BOOK NO. L-303

اے لوگو کہ تمہیں نورِ خدا پاؤ گے | لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

ضمیمہ

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

قادیان دارالامان

ایڈیٹر شیر علی

Digitized by Khilafat Library

جلد ۱۳ | بابت ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۴ء | مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۳۳ھ | نمبر ۱۱

چندہ سالانہ | فہرست مضامین | عام ۳ طلباء سے ۲

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں ۴۰۳ - ۴۱۷

اسلام اور اسلام کا خدا ۴۱۷ - ۴۲۰

جماعت احمدیہ ۴۲۱ - ۴۲۷

کفارہ ۴۲۸ - ۴۴۸

گوشوارہ ۴۴۹ - ۴۵۰

کتب رعایتی قیمت پر

مندرجہ ذیل کتب دفتر میگزین بتقریب جلسہ سالانہ ۲۵- دسمبر ۱۹۱۴ء سے ۲۴- جنوری ۱۹۱۵ء تک غیر معمولی رعایت پر فروخت کیجاویگی - اس لیئے احباب اس غیر معمولی رعایت سے فائدہ اٹھاویں - ۲۵- جنوری کو یہ رعایت بند کیجاویگی اور پہلی قیمت پر کتب فروخت ہونگی - ان کتب کے علاوہ بعض اور کتب بھی ہیں جو اس فہرست میں نہیں آسکیں؛

نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت	نام کتاب	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
اربعین نمبر ۱ و ۲	۲ر	ار	نزول مسیح اردو	۴ر	۳ر
الوصیت	ار	٠ر	الحق لدھیانہ "	۶ر	۴ر
اجرومیہ عربی	٠ر	ـر	الحق دہلی "	۸ر	۲ر
اظہار حق	۵ر	۴ر	اعجاز احمدی عربی	۳ر	۲ر
اوامر نواہی عربی	۹ر	۷ر	الہدیٰ عربی مترجم اردو	۶ر	۴ر
براہین احمدیہ مکمل چہار جلد	عا	عہ۲	ابطال الوہیت مسیح اردو	ار	٠ر
برکات الدعا	۲ر	ار	اسلامی اصول کی فلاسفی اردو	۵ر	۴ر
پارہ الم ۳۲ و سیقول	۲ر	ا٠ر	تذکرۃ الشہادتین اردو	۵ر	۳ر
			" فارسی	۳ر	۲ر
چشمہ مسیحی	۳ر	۲ر	تقریروں کا مجموعہ اردو	۳ر	۲ر
سرمہ چشم آریہ اردو	۱۲ر	۱٠ر	تقریرین "	۲ر	ا٠ر
سلسلہ دینیہ اردو عربی	ـر	٠ر	تحفہ قیصریہ "	۲ر	ا٠ر
			تحفہ ندوہ "	٠ر	ـر
ضرورت امام اردو	ا٠ر	ار	جنگ مقدس "	۶ر	۵ر
قرآن شریف خوشخط صحیح مجلد	عہ۲	عہ۱	حمامۃ البشریٰ عربی مترجم اردو	۸ر	۶ر
مبادی الصرف اردو	ا٠ر	ار	حجۃ الاسلام اردو	ار	٠ر
			حضرت اقدس کا ریویو	٠ر	ـر
مکمل یسرنا القرآن عربی نو ترمیم	۲ر	ا٠ر	خطبہ الہامیہ عربی مترجم اردو و فارسی	عہ	۱۲ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگویاں

جرس فریاد بردارد کہ بربندید محملہا

جب دنیا اپنی مادی ترقی پر ایسی نازاں تھی کہ اس نے اپنی اصلیت کو بالکل فراموش کردیا تھا۔ اُسوقت اس خدا کے برگزیدہ نے خدا سے وحی پاکر "موتا موتی لگ رہی ہے" کی ہیبت ناک آواز کو چاردانگ عالم میں بلند کرکے سب کو متنبہ کردیا تھا کہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر اسکو آویزہ گوش کر رکھے۔ اور یہ سمجھ رکھے۔ کہ اوجِ کمال پر پہنچنے کے بعد ہر شے کا انحطاط شروع ہو جاتا ہے اور چونکہ آسمان پر یہ بات سخت ناگوار گذری ہے کہ دنیا اپنے دنیاداری کے کاموں میں تو مگن رہے مگر خدا کے فرستادے کی آواز باوجود تقریباً ہر ایک جا پر پہنچ جانے کے سخت بے اثری کی حالت میں پڑی رہے۔ اس لیئے وہ اپنی قدیمی سُنت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا کے مطابق ایک سخت انذاری رنگ میں اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے۔

حضرت احمدؑ نے یہ وحی (یعنی موتا موتی لگ رہی ہے) ۴- اپریل ۱۹۰۵ء کے ہیبت ناک زلزلے جس نے ایک آن کی آن میں کانگڑے ایسے زرخیز اور آباد مقام کو خاک سیاہ کردیا تھا۔ کے جلد ہی شائع کردی تھی۔ چونکہ یہ وحی اُس ہیبت ناک زلزلے کے بعد ہی فوراً نازل ہوگئی تھی۔ اس لیئے (۱) اس سے مترشح ہو رہا تھا۔ کہ کانگڑے پر جو خوفناک ابتلا اگر موتیں واقع ہوئی ہیں وہ صرف اُن روح فرسا اموا

کا پیش خیمہ ہیں جو روئے زمین پر اب واقع ہونیوالی ہیں۔ (۲) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حوادث اور سوانح جانکاہ جن سے اس قدر کثرت سے اموات واقع ہونیوالی تھیں ایک دوسرے کے بعد پے درپے ہوتے جاویں گے۔ (۳) پھر اسی وحی سے یہ بھی پتہ لگتا تھا کہ اس کا بھیانک اثر دنیا کے کسی خاص حصے تک محدود نہ رہیگا بلکہ ضرور ہے کہ اس کے حسرتناک نتائج جا بجا مختلف ممالک میں مشاہدہ کئے جاویں۔ (۴) علیٰ ہٰذا القیاس اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا تھا کہ اس پیشگوئی کا ظہور غیر معمولی رنگوں میں ہوتا رہیگا۔

آیئے ناظرین! دیکھیں کہ اس پیشگوئی کا کیا انجام ہُوا۔ آج سے آٹھ نو سال پہلے کے گذشتہ واقعات پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ تب سے دنیا اور اہل دنیا پر کیا گذر رہی ہے۔ کیا زلزلہ کانگڑہ کے بعد کیا نئی اور کیا پُرانی دنیا دونوں میں جانگداز زلازل اور تصادم پے درپے نہیں ہوتے رہے ہیں؟ اور کیا مختلف حصص زمین میں انکے ذریعہ سے ابنائے آدم کا صفایا نہیں ہُوا؟ ہاں۔ خوب غور سے امریکہ کے مغربی سواحل پر نظر کرو۔ پھر جزائر غرب الہند کو دیکھو۔ پھر یورپ کے جنوب پر۔ سنٹرل ایشیا اور تمام مشرقی دنیا پر غور کرو۔ کہ خدا کی باتوں کی تصدیق نہیں ہوتی؟۔ کیا یہ تمام سوانح دل فگار اور حوادث نمونۂ قہر حضرت قہار ایسے رنگ میں دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ جن سے دنیاوی آنکھ کو اچنبھے میں ڈال کر محوِ حیرت بنا دیں؟۔

جب رُوئے زمین سے صبر و قرار یوں اُٹھ گیا اور ایک عالمگیر اضطراب۔ اور گھبراہٹ کے آثار پیدا ہو کر دنیا کی بے ثباتی کی تصویر ہر کس و ناکس کی آنکھ کے سامنے پھر گئی تو پھر کیا قرآن کریم کی وہ پیشگوئی پورے طور سے نہیں پوری ہوئی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ انسان ایسی بے چینی کے سامان دیکھکر بول اُٹھیگا۔ ہیں!۔ یہ کیا ہونے لگا ہے؟ فقال الانسان مالھا۔

لیکن کیا صرف زلازل ہی سے نوع انسان کی یوں بے دریغ قربانی ہوتی رہی ہے یا کوئی اور سبب بھی ہُوا ہے جس سے یہ نمونۂ حشر بپا ہوتا رہا ہے؟۔ واقعات کے جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ صرف زلازل ہی سے نہیں بلکہ بہت سے دوسرے اسباب سے بھی انسانی زندگی کی خوفناک تباہی ظہور پذیر ہوئی۔ اس پیشگوئی کی تکمیل کے لیئے یوں تو قدرت نے اتنے اسباب و وسائط بہم پہنچائے جن کا شمار کرنا محال ہے۔ تاہم سب سے بڑے ذرائع وہی ہیں جن کا اشعار ذیل

سے کچھ کچھ اظہار ہوتا ہے :-

آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب ٭ اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
اِک جھپک میں یہ زمین ہو جائیگی زیروزبر ٭ نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آبِ رودبار (براہین احمدیہ)

نہ صرف مسیح موعودؑ نے بلکہ مسیح ناصریؑ نے بھی ابن آدم یعنی اپنے مثیل کے آنیکا پتہ اسی طرح دیا ہے کہ اُسوقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹینگی (متی ۲۴/۳۰)

اب چاروں بڑے بڑے برّاعظموں پر نظر کرو۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اِن چاروں برِّاعظموں میں مذکورہ بالا پیشگوئی کی تشہیر کے زمانے سے آجتک خوفناک جنگ ہو کر گشت وخون کے دریا بہ چکے ہیں اور وہ پیشگوئی بھی جسکو آج سے ۱۹۰۰ سال پہلے مسیح ناصری کی زبان پر اللہ کریم نے جاری فرمایا تھا آج مسیح ناصریؑ کے مثیل حضرت احمدؑ کی تائید و تصدیق میں لفظ بلفظ پوری ہوگئی۔ فالحمدُللہ۔

چین پر نظر کرو تبت کو لیلو۔ ایران۔ طرابلس۔ مراکو میکسیکو اور بلقان کی تواریخ کا مطالعہ کرو تو آپ دیکھینگے کہ اس قدر خلقتِ خدا اس آتش کی دیوی کی بھینٹ ہوئی ہے کہ الامان الحفیظ بس یہی معلوم ہوگا کہ ہر طرف خون کی نالیاں ہی چل رہی ہیں۔ آہ!۔ اس سے بڑھکر اور کیا خطرناک نظارہ ہوگا اس سے بڑھکر اور کیا خونریزی ہوگی کہ آدمی آدمی کا قاتل اور ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بن رہا ہے اور ہٹے کٹے جوانمرد عمر رسیدہ آدمیوں کو۔ اور غریب وبیکس بچوں اور عورتوں کو بے دریغ تلوار کی گھاٹ اتار رہے ہیں۔

ایک ملک کے آدمی دوسرے ملک کے آدمیوں کے ساتھ تو لڑائی کیا ہی کرتے ہیں پر ملک چین میں ہم نے دیکھا کہ ایک جماعت اپنے ہی ملک و قوم کی دوسری جماعت پر حملہ آور ہے۔ تبت والوں نے چینیوں کو تہ تیغ کیا۔ اور چینیوں نے تبتیوں کو۔ ایرانی خود ایرانی لوگوں اور روسیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اہل عرب ترکوں سے اور ترک اہل عرب سے لڑائی میں مصروف رہے۔ پھر اطالیہ والوں کو دیکھو جن کے سر پر توسیع حدود کا بھوت سوار معلوم ہوتا ہے تو وہ اپنے مورچوں میں محصور پڑے ہوئے ہیں انکی فاتحانہ امنگیں ساحل طرابلس پر پہنچتے ہی سمندر کے مدّ کی طرح دفعۃً جوش وخروش کھاکر ہمیشہ کے لیئے جزر کی صورت اختیار کر گئی معلوم ہوتی ہیں۔ ترک اٹلی والوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اور

اٹلی والے ترکوں کے ہاتھ سے۔ اور جہاں کہیں عرب کے لوگ۔ بچے۔ عورتیں دشمنوں کے ہاتھ آئے وہ خونخوار بھیڑیوں کی طرح اُن پر جا پڑے۔ فرانسیسی شمالی افریقہ کے عربوں کے ساتھ چھُری کٹاری ہوتے رہے اور موخر الذکر لوگ فرانسیسیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے گھات لگائے بیٹھے رہے۔

سنٹرل امریکہ میں انقلاب پر انقلاب آئے۔ اور ایک فریق نے چاہا کہ دوسرے فریق کا نام و نشان تلوار کے زور سے صفحۂ ہستی سے محو کر دے۔ پھر جنگ بلقان کے عبرت خیز۔ حادثہ پر غور کرو۔ اور پھر دیکھو کہ اس میدان کارزار میں جو سراسر نمونۂ قیامت تھا۔ ابنائے آدم کا کیسی بے دردی سے قصہ پاک کیا گیا۔ اس میدان میں ہزاروں آدمیوں نے تو خوب لڑ کر جان دی۔ جس سے ان کی جوانمردی اور اور بہادری کا ثبوت مل گیا۔ پر لاکھوں آدمی ایسے تھے جن کو نہایت بے باکی اور بے رحمی سے سخت سے سخت ایذائیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ آخر تہذیب تہذیب پکارنے والے شائستہ مسیحیوں کے ہاتھوں ان کی لاشیں جلا کر خاک سیاہ کر دی گئیں۔

غرض ان زلازل۔ خوفناک جنگوں اور انقلابات عظیمہ نے دنیا کے خرمن امن پر ایسی بجلی گرائی اور اس کی ہستی کو بنیادوں سے اس طرح ہلا دیا کہ کیا بشر اور کیا شجر اور کیا دیگر مخلوقات ایک ایک بار تو ایسی گرفت میں آ چکے ہیں کہ سب کو اپنی اپنی ناپائیداری اور فنا کا عین الیقین ہو چکا ہے۔ اور اس پیشگوئی کے رعب اور اس کی عظمت نے اس طرح لوگوں کے قلوب پر احاطہ کر لیا ہے کہ ہر شخص گویا اپنے حالات سے اس بات کی عملی شہادت پیش کر چکا ہے کہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔

"ہو تا ہوئی لگ رہی ہے" کے بھیانک الفاظ کو پورا کرنے کیلئے خدائے تعالیٰ نے صرف زلازل یا جنگوں ہی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ جابجا طوفان برپا ہوئے۔ طغیانیاں آئیں۔ جہاز تباہ ہوئے۔ بڑی بڑی کانیں اور آتش فشاں پہاڑ پھوٹ پڑے اور اس طرح ہزارہا قیمتی نفوس کا اتلاف ہو کر خدا کے وہ الفاظ پورے ہوئے جن میں ایسے دہشت اثر واقعات کی اطلاع دی گئی تھی۔ ان گذشتہ چند سالوں میں اتنے جہاز تباہ ہوئے ہیں اور وہ اتنی جلدی جلدی تباہ ہوتے گئے ہیں کہ ہمیں بحری تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاز ٹی ٹے نِک کی تباہی کا واقعہ کون نہیں جانتا۔ اس جہاز کا نام ٹی ٹے نِک اس لئے تھا کہ وہ اپنی جسامت اور طاقت کے لحاظ سے اپنی نظیر

آپ ہی تھا۔ کیا کوئی شخص اپنی یادداشت اور وسعت نظر سے کام لیکر بتا سکتا ہے کہ اُس نے کبھی کسی ایسی تباہی کا حال پڑھا دیکھا یا سنا ہو؟ ہم زور سے کہتے ہیں کہ دنیا اس تباہی کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

پھر مذکورہ بالا پیشگوئی کی اشاعت اور تشہیر کے بعد صرف یہی ایک جہاز تباہ نہیں ہُوا بلکہ قریب قریب اسی قسم کے اور بھی کثیر التعداد واقعات ہوئے ہیں جن کا سمندر سے تعلق رہا ہے۔ پھر جاپان ؔ جو خوفناک طوفان آیا اور جس سے ہزارہا انسانوں کا صفایا ہو گیا اس کو کون نہیں جانتا۔ پھر کثیر التعداد کانوں اور آتش خیز پہاڑوں کا پھوٹ پڑنا کسے بھولا ہُوا ہے؟ کیا ان باتوں پر تدبر کرنے اور ان کے خوفناک نتائج اور انسانی جانوں کے بے اندازہ اتلاف کو زیر خیال لانے سے خدائے اسلام کی زبردست پیشگوئی کی حقانیت کا جلوہ صاف نظر نہیں آجاتا؟

قریباً دس سال کا عرصہ ہُوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس وحی کا نزول ہُوا تھا۔ اور اُسوقت سے برابر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک سے ایک بڑھکر سامان پیدا ہوتا جاتا ہے۔ جس سے ان الفاظ کی لفظاً اور معناً تکمیل ہوتی رہی ہے۔ اگرچہ جو واقعات آج تک زمانہ پیش کر چکا ہے۔ اُن سے ظاہر ہو چکا ہے کہ پیشگوئی مذکورہ کی پوری پوری تکمیل ہو چکی ہے۔ مگر تاہم آئے دن کے نت نئے واقعات بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شائد ابھی اس پیشگوئی کی پوری تکمیل نہیں ہوئی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ مصیبت اور مشکلات کے روز کب ختم ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مصیبتوں کا اختتام نہ ہوگا اور ابنائے آدم کی جانوں کے اتلاف میں کسی طرح کمی نہ ہوگی جبتک کہ خوابِ خرگوش سے لوگ نہ جاگ اُٹھیں اور خدا کے رسول مسیح موعودؑ پر ایمان نہ لے آویں جس کی آمد کی پیشگوئی دنیا کے تمام بڑے نبیوں نے کی ہوئی ہے۔

حسب ذیل اقتباس سے جو ۲۲- اپریل ۱۹۰۶ء کی پایونیر سے لیا گیا ہے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ جونہی اس پیشگوئی کے مضمون سے حضرت مسیح موعودؑ نے لوگوں کو مطلع کر دیا تھا اور دنیا میں اس پیشگوئی کی کامل تبلیغ ہو گئی تھی اللہ کریم نے اس کے پورا کرنے کے لئے ایسے ایسے اسباب اور وسائط پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ کہ ہر اک شخص اپنی اپنی جگہ پر متحیر دکھائی دینے لگا۔ چنانچہ ایڈیٹر پایونیر یوں رقم طراز ہے:-

"سال ۱۹۰۶ء کا ابھی تیسرا حصہ بھی نہیں گذرا۔ پر اُس نے ابھی سے اپنے سوانح میں ایسے ایسے مصائب اور مشکلات کو جمع کر لیا ہے جو شائد دس سالوں کے لیئے کافی ہوتے۔ ایک ہفتہ بھی ایسا نہیں گذرتا جس میں نیچر کی کوئی نہ کوئی نیرنگی جلوہ نہیں دکھا دیتی۔ حالانکہ اسی قانون قدرت نے ازل سے آج تک اپنی روش میں نہایت باقاعدگی سے یکسانیت کو ملحوظ رکھا تھا۔ اس قسم کے نیرنگیوں کی ابتداء جزائر غرب الہند سے مارٹی نیک کے انفجار سے ہوئی۔ کہتے ہیں کہ یہ ایسا قیامت خیز حادثہ تھا کہ پچھلے ساٹھ سال میں اسکی کوئی نظیر نظر نہیں آتی۔ اور ٹروس کے جزائر میں جہاں کہیں کوئی شرارہ یا شر انگیز مادہ زمین کے اندر چھپا پڑا تھا یکدم برآمد ہو گیا۔ اس کے بعد فوراً مسسپی میں ایک خطرناک طوفان آکر سیلاب آگیا۔ پھر فارموسا میں دو نہایت سخت زلزلے واقع ہوئے۔ یہ ہر دو زلزلے اپنے فعل میں ایسے زبردست تھے۔ کہ وہ زلزلہ جو فرسکو کی تباہی کا باعث ہوا تھا۔ وہ بھی ایسا زبردست نہ تھا۔ پھر فرانس کی ایک کان میں آگ کا یکدم ملتہب اور برافروختہ ہو جانا اور ہزارہا مخلوقات خدا کی زندگیوں کا نقصان ہو جانا ایسے خوفناک منظر کا تماشا دکھلاتا تھا کہ اس قسم کا منظر اس سے پہلے نہ کبھی دیکھا تھا نہ سُنا۔ جو لوگ وہاں سے بچ رہے تھے۔ ابھی مشکل سے وہ اس قابل ہوئے تھے کہ وہاں سے سلامت نکل آئیں کہ اٹلی کے جنوب میں ایک ایسا ہی اور سانحۂ جاں گداز واقع ہو کر ہمارے قلوب میں تمام ایسے لوگوں کے لیئے جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس سے صدمہ یا نقصان جان و مال اُٹھایا تھا ہمدردی کی ایک ناقابل رکود کشش کا باعث ہو گیا۔ وسُوویؔ آس کا انفجار بھی کچھ ایسے زور سے ہُوا کہ اس کی نظیر بھی گذشتہ کئی صدیوں تک نہیں ملتی۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے سبب سے نیپلز بھی جل کر خاک سیاہ ہُوا کہ ہُوا۔ پیشتر اسکے کہ کلیے بیا کے دار السلطنت کے محفوظ رہنے کے متعلق تشویش رفع ہو جاوے اس پاتال مادے کے فساد کا رجحان کیلیفورنیا ایسے خوشنما اور خوبصورت شہر کی طرف اس سُرعت سے ہُوا۔ کہ ہم نہیں جانتے کسطرح اس نے طرفۃ العین میں غربی دنیا کے اس شہر کو جو ہر طرح سے نمونۂ حسن و خوبی تھا تباہ و برباد کر کے بوم و زغن کا مسکن بنا دیا۔ غرض ایسا محشر بپا ہُوا۔ تباہی کا ایسا سیلاب آیا کہ پہلی صدی عیسوی کے بعد آج تک اس قسم کا کوئی انقلاب قدرت نے پیش نہ کیا تھا۔ ہاں پہلی صدی عیسوی میں یورپ اور

ایشیائے کوچک کے اندر کچھ زلازل بھی آئے تھے اور آتش فشاں پہاڑوں میں تشقق واقع ہو کر شر انگیز مادوں کا بھی انفجار ہوا تھا۔ اور عہد نامہ جدید کے سب سے آخری نوشتے کے استعارات انہی زلازل کا انعکاس معلوم ہوتے ہیں "

مندرجہ بالا اقتباس میں جس قسم کے وحشت خیز واقعات کا بیان ہے۔ اس قسم کے واقعات اُس زمانہ سے لیکر جب سے پیشگوئی مذکورہ کی کامل طور سے اشاعت ہو چکی تھی آج تک برابر بلا انقطاع زمانہ ہوتے رہے ہیں۔ طرفہ تر یہ امر ہے کہ نہ صرف بڑے بڑے جنگوں سے۔ ہولناک زلازل سے اور خوفناک وباؤں۔ طاعون۔ ہیضہ وغیرہ سے دنیا پر تباہی آتی رہی ہے۔ بلکہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے ابتلا آئے ہیں جنہوں نے اس پیشگوئی کی تکمیل میں ایک معتدبہ حصہ لیا ہے۔

اس امر کی وضاحت کے لیئے کہ پچھلے چند سالوں میں ان مصائب کی کس قدر کثرت رہی ہے اور کس عجلت اور تیزی سے یہ ایک دوسرے کے بعد پے درپے آتی رہی ہیں ہم نمونہ کے طور پر ایک دو مہینوں کی ریوٹر کی تار خبروں میں سے ایسے واقعات کا انتخاب پیش کرتے ہیں جنہیں اس قسم کے مصائب اور آلام کا ذکر ہے :-

۱ - ۹ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء - جہاز والٹرنو کا نقصان۔ ایک سو ستر (۱۷۰) جانیں ضائع ہو گئیں۔

۲ - ۱۴ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء - کارڈف میں ایک کوئلہ کی کان کا انفجار۔ چار سو سترہ (۴۱۷) آدمی مر گئے پچھلے ستر (۷۰) سال سے برطانیہ میں اس قسم کی تباہی نہ آئی تھی۔

۳ - ۱۷ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء کو جہاز پے این کی تباہی۔ کوئی نفس جاں بر نہ ہو سکا۔

۴ - ۱۸ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء کو امریکہ میں ریلوے کا ایک حادثہ۔ ۲۰ اموات اور ایک سو (۱۰۰) آدمی مجروح

۵ - ۱۳ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء - میکسیکو میں ایک کوئلہ کی کان میں حادثہ۔ تعداد اموات ۲۶۱ -

۶ - ۴ - نومبر سنہ ۱۹۱۳ء کو پیرس مارسیلز اکسپریس کی تباہی۔ مقام میلون پر تصادم ہونے کے باعث کم از کم ۴۰ اموات واقع ہو گئیں!

۷ - ۱۳ - نومبر سنہ ۱۹۱۳ء کو بمقام پیرو خوفناک زلزلہ آیا۔ ایک سو بیس (۱۲۰) جانیں بالکل ضائع ہو گئیں سینکڑوں مجروح ہوئے اور دس شہر تباہ ہو گئے۔

۸ - ۱۵ - نومبر سنہ ۱۹۱۳ء - اوٹاوا میں ایک تباہ کن طوفان۔ بیس اسباب سے بھرے ہوئے

دخانی جہازوں اور ۱۰۰ جانوں کا اتلاف۔ اس کے بعد کے ایک تار سے پتہ لگا کہ اس طوفان کے اندر ۱۵ جہاز اور اس طوفان کی نذر ہوئے اور ۳۰۱ مسافروں نے ان کا ساتھ دیا۔

الغرض جنگوں سے طاعون اور دیگر خوفناک وبائی امراض سے۔ زلازل اور دیگر مصائب اور ابتلاؤں سے جو قتل عام ہوا اور ہو رہا ہے اسکو ایک فقرہ میں ادا کرنے کے لیئے اس سے موزون اور کیا الفاظ ہونگے؟ "موتا موتی لگ رہی ہے" ایک نہایت ہی مختصر مگر جامع اور مانع فقرہ ہے۔ بمجرد سماعت اس جملے کے ایک فہمیدہ انسان کے دل پر ایک وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس کی نظر کے سامنے وہ تمام مصائب اور ابتلا یکدم پھر جاتے ہیں جنکی وجہ سے دنیا پر ایک تباہ کن انقلاب آنیوالا ہے۔

اَب غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مَیں نبی ہوں اور وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں ہزارہا دلائل پیش کرتا ہے۔ جو بالکل قرین عقل اور قرین قیاس ثابت ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف دلائل بیان کرتا ہے بلکہ اپنے دعاوی کی تائید میں آیات بیّنات اور نشانات دکھاتا اور سینکڑوں پیش گوئیاں کرتا ہے جو ہو بہو اور لفظ بہ لفظ پوری اُترتی ہیں اگر ان سارے دلائل اور پیشگوئیوں کو نظر انداز کر کے صرف ایک پیشگوئی پر غور و تدبّر کیا جاوے تو یہی پیشگوئی ایک سمجھ دار انسان کے لیئے اتنا بڑا نشان پیش کرتی ہے کہ اس مدعی کے دعاوی کی حقانیت کے تسلیم کر لینے میں اسکو کوئی اشتباہ ہی باقی نہیں رہتا۔ اور اس کو ایسا اطمینان ہو جاتا ہے کہ پھر اگر ایک دنیا اس کو اسکی نسبت بدظن کرنا چاہے۔ تو وہ ہرگز ہرگز اسپر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی۔

آہ!۔ ان دنوں میں جیسا اور جس قسم کا محشر عالم میں بپا ہو رہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب سے دنیا کا آغاز ہوا ہے اس قسم کے مصائب اور آلام دنیا کی آنکھ سے مستور تھے۔ اس شخص کے لیئے جو ہر ایک امر میں تدبّر اور تعمق سے کام لینے والا ہو۔ یہ واقعات اُسے ضرور تعجب میں ڈالینگے بالخصوص اسوقت جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اِن کے پیش آنے سے پیشتر ہی اُن کے چہرے سے نقاب اُٹھانے کے لیئے اس ایک ہی پیشگوئی سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ بلکہ متعدد طور پر کئی بار مختلف طُرق سے۔ ان واقعات کے پیش ہونے کے سالہا سال پہلے ان واقعات پر روشنی ڈالی

گئی تھی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے صاف صاف الفاظ میں کئی بار اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر بتلادیا تھا کہ دنیا پر ایک قیامت آنیوالی ہے اور ہر طرف آگ مشتعل ہو کر موت کی اس طرح گرم بازاری ہونے والی ہے کہ الامان الحفیظ۔ ہر طرف سے موت موت کی گونج بلند ہو گی اور ایک تہلکہ پڑ کر سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر مرعوب ہو جاوینگے۔

یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کا اتنا بڑا ثبوت ہے کہ ایک بدظن سے بدظن انسان پر بھی جب اس کی حقیقت کھل جاتی ہے تو اس کو اسکے سامنے سر جھکانا پڑ جاتا اور سوائے آمنّا و صدقنا کہنے کے اسے کوئی چارہ کار دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ نے مطلقاً اس بارے میں کوئی پیشگوئی نہ کی ہوتی تو بھی ایسے موقع پر ان تمام باتوں کا یوں جمع ہو جانا اور ایسے واقعات کا ظہور پذیر ہو جانا جن سے قیامت کا سا نقشہ نہایت جلّی الوان و نقوش میں ہر شخص کی نظر کے سامنے موجود ہو جاوے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی اور ان کے تمام دعاوی کی حقانیت کے منوانے کے لیئے ایک زبردست حربہ کا کام دیتا ہے۔ کیوں؟ اسلیئے کہ حضرت مسیح ناصری نے اپنے مثیل کے آمد کے وقت کی پیشگوئی فرماتے ہوئے کہا تھا۔ **اُسوقت ایسی بڑی مصیبت ہو گی کہ دنیا کے شروع سے اب تک نہ ہوئی بلکہ نہ کبھی ہو گی** متی ۲۴/۲۱ اور نہ صرف حضرت مسیح ناصری نے اپنے مثیل کے آنے کی پیشگوئی کی بلکہ اُس سے پہلے دانیال نبی بھی اس عظیم الشان انسانؑ کے متعلق پیشگوئی فرماتے ہوئے کہہ چکے تھے کہ

"اُسوقت ایسی تکلیف کا وقت ہو گا کہ اُمت کی ابتداء سے لیکر اسوقت تک کبھی نہ ہوا تھا" دانیال ۱۲/۱

اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ مصیبت جو دنیا کی آنکھ نے اب دیکھی کیا یسوع ناصری کے الفاظ کو لفظ بہ لفظ پورا نہیں کرتی؟۔ کیا کوئی شخص پتہ دے سکتا ہے کہ دنیا کے شروع سے آج تک کوئی ایسا زمانہ ہوا ہے جس میں مصائب اور آلام کا یوں پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو جس طرح اب ہوا۔ ہاں خوب غور سے زمانہ گذشتہ کے واقعات پر نظر کرو اور تاریخ کی ورق گردانی کر کے بتاؤ کہ ان حوادث کی کوئی چھوٹی موٹی نظیر پیش کیجا سکتی ہے؟ اگر کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی اور یہ سچ ہے کہ یہ ایسی بڑی مصیبت ہے کہ دنیا کی ابتداء سے آج تک نہ ہوئی تھی۔ تو پھر کیا اب سچائی کے دلدادے اور ہر ایک امر میں حق اور حقانیت کے جلوے دیکھنے کے خواہشمند غور فرماوینگے کہ اب جبکہ حضرت یسوع ناصری کی

پیشگوئی اس زمانہ میں لفظ بہ لفظ صادق اُتر آئی اس پیشگوئی کا مصداق کہاں ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ ثبوت کی اُسی وقت ضرورت پڑتی ہے جب اُس سے پہلے کوئی دعویٰ کیا گیا ہو اور اُس دعویٰ کی حقیقت پر روشنی ڈالنا منظور ہو۔ اگر یہ اصل ٹھیک ہے۔ تو سوچو کہ قدرت جو اسوقت خارق عادت طور دکھا رہی ہے تو آخر یہ کسی نہ کسی حقیقت کے ثبوت کے لیئے ہونگے اور اگر سرے سے کسی دعوے کا وجود ہی نہ ہو تو پھر ثبوت فضول ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ان غیر مطبوع واقعات سے (جو ہر طرف موناموتی کی وحشتناک اخبار پر مشتمل ہیں) کئی سال پہلے ایک شخص اُٹھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ مَیں وہی ابن آدم ہوں جسکی خبر تمام کتب سابقہ میں موجود ہے عہد نامۂ عتیق میں میرا ذکر ہے۔ پھر عہد نامۂ جدید میں میری آمد کی خبر موجود ہے۔ پھر قرآن کریم اور احادیث میں میری بعثت کا پہلے سے تذکرہ موجود ہے۔ پھر دوسرے تمام مذاہب کے اقوال و روایات میں میری نسبت وضاحت سے اشارات پائے جاتے ہیں۔ میرے لیئے زمین و آسمان نے گواہی دی۔ اور پھر میرے دعویٰ کے ثبوت میں جیسا کہ مجھ سے پہلے تمام نوشتوں میں موجود ہے دنیا پر ایسے دہشتناک انقلاب کی تحریک کا سیلاب آنیوالا ہے کہ کسی کے روکے نہ رُک سکیگا۔ اور جو ہر طرف رُخ کریگا اور قتل عام کرتا ہوا لاشوں کے ڈھیر لگا دیگا!!!

اگرچہ ہم اس مضمون پر اتنا کچھ لکھ چکے ہیں کہ ایک انسان کی تسلّی کے لیئے بشرطیکہ تعصب نے اسے بالکل اندھا نہ کر دیا ہو کافی سے بہت زیادہ ہے اور ہمارا ارادہ تھا۔ کہ یہاں پر آ کر ہم بس کر دیں۔ پر ہم کیا کریں کہ حضرت صاحب کے وہ الفاظ جن میں انہوں نے دنیا کی خوفناک تباہی کا ذکر کیا ہے ایسے خطرناک پیرایہ میں اپنی سچائی کا ثبوت دے رہے ہیں کہ یہ مضمون کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہیں آتا۔

تھوڑا ہی عرصہ گذرا سینٹ جانز سے رپوٹر نے بذریعہ تار اطلاع دی کہ "جہاز بیلا وینچر پہنچ گیا مگر تختہ جہاز پر صرف پچاس آدمی سلامت بچے ہوئے اور ۶۹ لاشیں برآمد ہوئیں یہ تمام نیوفونڈ لینڈ کے رہنے والے تھے باقی تمام لقمۂ سمندر ہو گئے۔ سہ شنبہ کی صبح کو خبر ملی تھی۔ کہ مطلع صاف ہے۔ اور بیرومیٹر سے طوفان کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس لیئے چار جہاز ہزار آدمی لیکر سُوسِیں (ایک بڑا سمندر کا جانور ہوتا ہے) کے شکار کو نکلے۔ دوپہر کو سخت طوفان اُٹھا سمندر

اس طرح تلاطم کھانے لگا۔ کہ خدا ہی کی پناہ۔ ایسی تباہی کے وقت ۱۵۰ آدمی سمندر کے اندر جدوجہد کرتے اور ہاتھ پاؤں مارتے دکھائی دیئے کہ کسی طرح جہاز کا پتہ لگائیں۔ طوفان چہارشنبہ کو سارا دن اسی طرح زور پر رہا۔ مگر رات کو کم ہوگیا۔ پنج شنبہ کو پوہ پھٹتے ہی بیلا وینچر کا کپتان اس خیال میں لگا تھا کہ کسی طرح چند آدمیوں کو بھیجکر شوس کا شکار کرائے۔ پر وہ کیا دیکھتا ہے کہ چند اجنبی اسکی طرف اس ہیئت کذائی سے بڑھ رہے ہیں کہ گویا ان کے جسم میں جان نہیں۔ اس سے پتہ لگتا تھا۔ کہ وہ لوگ بڑے مصیبت زدہ ہیں۔ دن بھر اُن کے بچاؤ کے لیئے کشمکس کی گئی۔ جو لوگ بچ رہے ان میں سے بہت سے لوگ سخت سردی زدہ ہونے کے باعث خوفناک حالت میں تھے۔ سب سے پچھلا آدمی ۵۹ گھنٹے پانی پر بے آب ودانہ اپنی زندگی کے لیئے ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ وہ بچ تو گیا۔ پر دوسرے ہی روز اندھا ہوگیا۔ ایک آدمی کے تو دونوں ہاتھ سُن ہوگئے ہیں اسلیئے ان کو کاٹ دیا جاویگا۔ اسی طرح کئی لوگوں کی ہاتھوں کی اُنگلیاں کاٹ دی جاوینگی۔ بعضوں کی پاؤں کی اُنگلیاں بعضوں کے کان اور بہت سے لوگوں کے ناک علیحدہ کردیئے جاوینگے۔ دو آدمیوں کے بھائی ان کے اپنے ہاتھوں کے اندر مر گئے۔ بہت سی لاشیں برف کے ساتھ مل کر اس طرح یخ ہوگئی تھیں کہ برف ہی معلوم ہوتی تھیں ان کو تیشوں سے کاٹ کر برف سے علیحدہ کیا گیا۔ اکثر اُس وقت اس دارِ فانی سے چلتے بنے جب ان کے مددگار انکو جہازوں کی طرف لیئے جا رہے تھے۔ ۴۳ لاشیں تو تین برف کے تودوں سے برآمد ہوئیں۔ کُل لاشوں کو ڈھیروں میں متعدد جگہوں میں لگا دیا گیا۔ اور ہر ایک ایسے ڈھیر پر جھنڈیاں گاڑ دی گئیں تاکہ سٹیمر آکر ان کو اُٹھا لے۔ بہت سی لاشیں ضرب کھا کر اس طرح سے خمیدہ ہوگئی تھیں کہ اُن کو دیکھکر ڈر آتا تھا بہت سے لوگ پاگل ہوگئے تھے۔ ان کی دیوانہ وار حرکات سے ان کے ساتھی سہم سہم جاتے تھے۔ بہتوں کے چہرے یخ کی پے درپے چوٹوں سے اس طرح مسخ ہوگئے تھے کہ ان کے جسم شناخت ہونے سے رہ گئے۔ ایک آدمی نے تو مارے خوف کے برف کی ایک چٹان سے گر کر خودکشی کر لی۔ ساری بستی سے آہ و فغاں کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ سب طرف ہڑتال ہوگئی ہے اور کام بند ہوگئے ہیں۔ اور جہاز سدرن کراس کو مدد کرنے کے سارے ارادے خاک میں مل چکے ہیں اور یہ یقین ہو چکا ہے کہ وہ جہاز بھی تمام کے تمام آدمیوں سمیت غرق ہوگیا ہوگا۔ ۶۔ اپریل ۱۹۱۴ء۔

موجودہ جنگ فرنگ ناظرین! آپ نے دیکھا؟ کہ قدرت آلٰہی نے کیسے ہولناک نظارے

دکھلائے ۹۔ آہ! ۔آپ نے دیکھا کہ کس طرح رب الافواج کے ہاتھ کا جلال صولت اور جبروت انتقام نمایاں ہؤا؟ ہاں۔ اب آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ اس کے دستِ جلال کا ایسا مضرب حملہ ہزاروں ہزار برس کے عصیاں و عدوان کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس بجلی کی مانند ہوتا ہے جو لہلہاتے ہوئے کشت زار پر گر کر اسکو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ اور اس سیلاب کی طرح ہوتا ہے جو یکایک زمین پر چڑھ کر تمام در و دیوار پر پانی پھیر دیتا ہے۔ مگر ابھی ہم کو اس کے قانونِ جبر و انتقام کا ایک اور اس سے بھی بڑھ کر ہیبت ناک نظارہ آپ کو دکھلانا ہے۔ آہ! ۔ وہ ایک ایسی آگ ہے جس نے بھڑک کر تمدن کی خوبصورتی سے خوبصورت آبادیوں کو آگ اور دھوئیں کی الم ناک سیاہی کے اندر ویران کر دینے کی ٹھان لی ہے۔ اور جس نے یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران کا سہمناک فوٹو ہماری سہمی ہوئی آنکھوں کے سامنے ایسے حیرتناک طرز سے کھڑا کر دیا ہے کہ ایک دم کے لئے بھی ہم کو اس کے ہولناک نتائج کے احساس سے چھٹی نہیں مل سکتی۔ آہ! ۔آپ کیا سمجھے؟ ہم یورپ کے اس تباہ کن جنگ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ جس نے دنیا میں ایک ہولناک بھونچال پیدا کر کے خدا کے ان الفاظ کو پورا کر دیا جو اکتوبر ۱۹۰۶ء کے انگریزی ریویو میں شائع ہو چکے ہوئے ہیں اور جنکا اقتباس ہم اس جگہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں " خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے .... یورپ میں بھی اور ایشیا کے مختلف مقامات میں آئینگے اور بعض انمیں قیامت کا نمونہ ہونگے اور اسقدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہونگے۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہؤا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جاوینگے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی .... اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمھاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں۔ اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں "

(حقیقت الوحی۔ صفحہ ۵۶ ۞)

اس بھیانک بھونچال نے دنیا کی بنیادوں تک کو ہلا دیا۔ ایسا بھونچال جو کبھی نہیں آیا تھا۔ آہ! ۔ وہ ایسا طوفان ہے جس کی مثال ابھی تک دنیا نے کبھی نہ دیکھی تھی اور رب الافواج کا وہ

ایسا غضب کا نظارہ ہے جو آج تک کبھی زمین پر ظاہر ہوا تھا۔

پر یہ سب کچھ کیوں ہوا ؟۔

یہ اس لیئے ہوا۔ کہ خدا کے ایک نذیر نے آج سے قریبًا ۱۱ سال پہلے جبکہ یورپ کے تمدن کو انتہائی نقطہ پر دیکھکر کسی کو وہم وگمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کہ یورپ پر ایک اچانک تباہی آنیوالی ہے خدا سے خبر پاکر حسب ذیل الفاظ میں آسمان پر کے شور کا حال سنانے کے لیئے اپنی آواز کو چار دانگِ عالم میں بلند کر دیا :۔

آسمان پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر ۔۔۔ دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار
اِک نشان ہے آنیوالا آج سے کچھ دن کے بعد ۔۔۔ جس سے گردش کھائینگے دیہات شہر و مرغزار
آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اِک انقلاب ۔۔۔ اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے ۔۔۔ کیا بشر۔ اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اِک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر ۔۔۔ نالیاں خوں کی چلینگی جیسے آبِ رودبار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن ۔۔۔ صبح کر دیگی انہیں مثلِ درختانِ چنار
ہوش اُڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس ۔۔۔ بھولینگے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی ۔۔۔ راہ کو بھولینگے ہوکر مست و بیخود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں ۔۔۔ سُرخ ہو جاوینگے جیسے ہو شرابِ انجبار
اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربّانی نشان ۔۔۔ آسماں حملے کریگا کھینچکر اپنی کٹار
مضمحل ہو جاوینگے اس خوف سے سب جن و انس ۔۔۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حالِ زار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس ۔۔۔ اس پہ ہے میری سچّائی کا سبھی دار و مدار
وحیِ حق کی بات ہے ہو کر رہیگی بے خطا ۔۔۔ کچھ دنوں کر صبر ہو کر متّقی اور بردبار

(حضرت مسیح موعودؑ)

آہ !۔ یسوع کی وہ تعلیم کیا ہوئی۔ جس کے ذریعے سے اس شہزادۂ امن نے اپنے متبعین کو آشتی۔ غربت۔ حلم۔ امن۔ صلح۔ تحمل کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا تھا :۔

"تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا اپنے پڑوسی سے دوستی رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت پر میں تمھیں

کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں کو پیار کرو اور جو تم پر لعنت کریں ان کے لیئے برکت چاہو..... تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے فرزند ہو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں پر نکالتا ہے اور راستبازوں اور بدکاروں پر مینہ برساتا ہے۔"

پر سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ۔ سُنو! یہ اس لیئے ہوا۔ کہ وہ آیت الکبریٰ پوری ہو جو اس زمانہ کا مسیح (حضرت احمدؑ قادیانی) اپنے ساتھ لایا تھا۔ اور جس نے بیان کیا تھا کہ اس کی راستبازی کو پرکھنے کیلیئے خصوصیت سے اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ یہ نشان پورا ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور حضرت مسیح موعودؑ کی راستبازی کی جانچ پڑتال کے لیئے یہ ایک ضروری معیار نہ ہوتا ہوتا تو پھر کسی طرح ممکن نہ تھا کہ یورپ کا مسلمہ تمدن کسی طرح اجازت دیتا کہ معاملات کی ایسی صورت ہو۔

کون نہیں جانتا کہ یورپ کا تمدن انتہائی نقطہ تک پہنچ گیا ہوا تھا اور ان کی طاقت اور عجیب عجیب ترقیات کی کوئی حد نہ رہی تھی؟ وہ سمجھ چکے تھے کہ زمین کی حفاظت اور اس کے درمیان امن وامان قائم رکھنے کا منصب انہیں عطا ہو چکا ہے۔ یہ ان کا ایمان ہو گیا تھا کہ بندگانِ خدا کو راحت اور سُکھ کی نیند سُلانے کے لیئے وہ خاص طور سے چُن لیئے گئے ہیں۔ پر مشیت الٰہی چاہتی تھی کہ اس کے مامور احمدؑ کی عظمت اور جلال کا ڈنکا دنیا کے چاروں کونوں کے اندر بج جاوے۔

آہ! ۔ بڑا ڈرنے کا مقام ہے۔ جب گناہوں سے زمین بھر جاتی ہے۔ تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی مامور آتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے اس مامور کی تکذیب ہوتی ہے۔ تو پھر یونہی عذاب آیا کرتا ہے۔!!! اللّٰھم احفظنا۔

ہاں! ۔ خوب غور کرو۔ کہ اس سے بڑھکر کیا خسران و نقصان ہو گا جس میں آج دنیا بتلا ہے۔ کیا علم و تمدن کا انتہائی عروج ۔ کیا بڑے بڑے دماغوں کی افکارِ عالیہ کیا عقل و ادراک کے خزانے ایک منٹ ہاں ایک لحظہ بلکہ ایک آن کی آن کے لیئے بھی اس ہولناک بربادی اور آب رود بار کیطرح خون کی نالیاں چلانے والی اور لاشوں کے ڈھیروں کے ڈھیر لگا دینے والی جنگ کو روک سکتے ہیں اور ابنائے آدم کو ایک عالمگیر نقصان و ہلاکت سے بچا سکتی ہیں؟ ۔ فتدبروا یا اولی الابصار!

کیا کوئی ہے جو ان باتوں پر غور کرے؟ ہاں کیا کوئی دانشمند انسان ہے جو ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے اپنے حالات کی اصلاح کرے؟

دعاء - ہماری دعاء اور مقصدِ وحید یہی ہے کہ اللہ کریم ہمارے ناظر کو نظرِ بصیرت عطاء کرے اور اس زمانہ کے مصلح کی شناخت کے لیئے خود بخود ہر ایک کے لیئے اسباب موافق پیدا کر دے - آمین - آمین - آمین -

---

اِسلام اور اِسلام کا خدا

Digitized by Khilafat Library

(سلسلہ کیلیئے دیکھو گذشتہ پرچہ ریویو ماہ اکتوبر ۱۹۱۴ء)

دوسرا الزام ہمارے مسیحی معترض کا یہ ہے - کہ مسلمان مذہب کے لیئے اندھا جوش رکھنے کے باعث سخت خونخوار ہوتے ہیں اس کا جواب سوائے اسکے کیا ہو سکتا ہے - کہ شیش محل میں رہ کر دوسروں پر کلوخ اندازی سے پرہیز ہی کرنا لازم ہوتا ہے - ایک مسیحی ہو کر ہمارے دوست کو اس قسم کا اعتراض کسی طرح شایاں نہ تھا - کیوں؟ - اسلیئے کہ مذہب کے نام میں جسقدر خون دوسرے لوگوں کا مسیحیوں نے گرایا ہے دوسرے کسی مذہب میں روئے زمین پر اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی - بجائے اس کے کہ ہم لمبے چوڑے ثبوت اور دلائل پیش کریں جن سے یہ ثابت ہو کہ ہمارے معترض کا یہ اعتراض بالکل پوچ اور لچر ہے - ہم اپنے معزز ناظرین سے صرف یہی التماس کرتے ہیں - کہ وہ از راہ عنایت صرف تاریخ عالم پر ایک نظر ڈالکر دیکھ لیں کہ وہ کیا بتاتی ہے - بس پھر اُن پر خود بخود روشن ہو جاویگا کہ بات کیا ہے - کاش ہمارے مسیحی دوست ایسے معاملات میں دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی تاریخ ہی پڑھ لیا کریں تو خواہ مخواہ ایسی غیر مطبوع دل آزاری کے واقعات پیش نہ آیا کریں - ہمارا معترض بخوبی جانتا تھا کہ یورپ ایسے وسیع برِّ اعظم کا ایک ایک انچ اپنے پیارے مذہب کے لیئے جان گسل لڑائی کرنے والے مقدس مسیحیوں کی خونریزانہ کارروائیوں اور عالم سوز بربادیوں کی اپنی بے زبانی کی زبان میں ہزار ہزار شکایت کرتا اور اُنپر خون کے آنسوؤں کے دریا بہا رہا ہے -

تیسرا اعتراض اسلام میں عورت کی تحقیر اور اس کے حقوق کے غصب کے متعلق ہے -

یہ بھی ایسا بے بنیاد اعتراض ہے کہ ہمیں اپنے دوست (معترض) کی عقل پر رونا آتا ہے۔ کاش وہ ایسے بے بنیاد اتّہام اسلام پر نہ لگاتا۔ کون نہیں جانتا۔ کہ عورتوں کے مدارج اور ان کے حقوق کے متعلق اسلام تو بآواز بلند پکار پکار کر بتا رہا ہے۔ کہ ولھن مثل الذی علیھن جسکے معنے یہ ہیں کہ خاوندوں کا بھی ہو بہو ویسا ہی فرض ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں اُن کے مدارج اور اُن کی عزت کا خیال رکھیں جیسے عورتوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کے حقوق ادا کریں اور اُن کے مدارج اور اُن کی عزت کا لحاظ رکھیں۔ اسلامی تعلیم نے تو اس خوبی سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے مہذب سے مہذب ممالک بھی اس معاملہ میں اسلام کی برابری کا دم نہیں مار سکتے برابری کا دعویٰ کرنا تو درکنار رہا۔ وہ اسلام کی خوبیوں کو اپنی اپنی جگہ پر دیکھ کر پسینہ پسینہ ہو رہے ہیں اور زمین باوجود اسقدر فراخی کے اُن پر تنگ ہو گئی ہے۔ مسیحیت جو حیثیت عورت کی بتاتی ہے۔ وہ ایسی شرمناک اور ذلیل حیثیت ہے۔ کہ اس کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ تعلیم و تذکیر کی نسبت نمونہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔ اگر یہ اصل ٹھیک ہے۔ تو مسیحیوں میں حضرت یسوع مسیح سب سے بڑے انسان تھے۔ اُن کا نمونہ بہر حال واجب التقلید ہوگا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جو نمونہ حضرت یسوع مسیح نے اس معاملہ میں اناجیل کے بیان کے مطابق دکھایا۔ دنیا میں غالباً کوئی ماں نہیں چاہتی کہ اس کے ساتھ اس کا بیٹا ایسا سلوک کرے۔ . . . .

. . . . اگرچہ ہم حضرت مسیح کی نسبت یہ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہو۔ مگر اناجیل کا بیان ایسا ہی ہے۔

حضرت یسوع مسیح کے بعد ان کے رسول "پولوس" ہیں۔ یہ وہ شخص ہیں جنکی بابت سمجھا گیا ہے۔ کہ موجودہ مسیحیت کے گویا بانی ہیں۔ مضمون درپیش کے متعلق جو کچھ پولوس کے خیالات ہیں۔ وہ حسب ذیل اقتباسات سے ظاہر ہونگے جو کہ ان کے خطوط سے لیئے گئے ہیں۔

۱۔ تمھاری عورتیں کلیسیا میں چپکی رہیں۔ کہ انہیں بولنے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ چاہیئے کہ فرمانبردار رہیں جس طرح شریعت میں بھی لکھا ہے۔ اور اگر وے کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے خصم سے پوچھیں۔ کیونکہ شرم کی بات ہے کہ عورتیں کلیسیا میں بولیں (قرنتیوں اول ۱۴/۳۴-۳۵)

۲۔ چاہیئے کہ عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے۔ اور میں پروانگی نہیں دیتا کہ عورت

سِکھلاوے۔ یا آپ شوہر پر حاکم بن بیٹھے۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ بعد اس کے حوّا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا۔ پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی لیکن یہ بچہ جننے کے سبب بچ جائیگی۔ (اگر بچہ نہ جنے تو نہیں۔ راقم مضمون ہذا) بشرطیکہ (اس لفظ پر بھی غور کرو۔ راقم) وے ایمان اور محبت اور پاکیزگی میں ہوش و تمیز کے ساتھ پائدار رہیں (تمطاؤس اوّل ۲/۱۱-۱۵)

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ اگر ہم یہاں یہ بھی ذکر کردیں۔ کہ شادی کے متعلق پولوس کے کیا خیالات تھے۔ دیکھو پولوس فرماتے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو شادی کر لیتے ہیں۔ اگرچہ گناہ گار تو نہیں بنتے۔ تاہم وہ جسم میں ضرور تکلیف پائینگے۔ اِن الفاظ سے کیا ترشح ہوتا ہے؟۔ کیا اس سے یہ نہیں نکلتا۔ کہ پولوس شادی کرنے کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اور وہ یہ چاہتے تھے کہ انسان کنوارا رہے۔ پر شادی نہ کرے۔ خود حضرت یسوع مسیح کے نمونہ سے بھی تو آخر یہی پتہ لگتا ہے کہ حتی الامکان عورتوں سے دُور دُور ہی رہنا چاہیئے۔

اب بتاؤ۔ کہ ایسے مذہب سے کسی عورت کو کیا فائدہ کی توقع ہو سکتی ہے۔ جس کے لیڈر پولوس کی یہ تعلیم اور یہ نمونہ ہو۔ اور جو یہ چاہے۔ کہ اگر ممکن ہو سکے تو عورتوں کو اپنے نزدیک ہی نہ آنے دیا جاوے۔

ہمارا خیال ہے۔ کہ ہم سخت بے انصافی کے مرتکب ہونگے اگر ہم اسوقت جلیل القدر قدیم مسیحی بزرگانِ دین کے اقوال جن سے معاملۂ زیرِ تنقیح پر روشنی پڑتی ہے۔ درج کرنے سے پہلو تہی کریں۔

۱۔ سنیٹ برنارڈ صاحب کا قول ہے۔ کہ "عورت شیطان کی کُٹھنی ہے"۔

۲۔ سنیٹ اینٹونی صاحب فرماتے ہیں "عورت شیطان کے بازو کا سرچشمہ ہے۔ اُسکی آواز سانپ کی آواز ہے"۔

۳۔ سینٹ بوناوینچر کہتا ہے۔ عورت کیا ہے۔ ایک بچھو ہے جو ہر وقت کاٹنے کو طیار رہتا ہے یا یوں کہو۔ کہ وہ شیطان کا گُرز ہے۔

۴۔ سینٹ سائی پری ان لکھتا ہے۔ یوں سمجھو کہ عورت ایک ہتھیار ہے جس کو شیطان اس لیئے استعمال کرتا رہتا ہے کہ اس کا تسلط ہماری جانوں پر ہو جاوے۔

۵۔ سینٹ جےروم کا بیان ہے۔ عورت شیطان کا دروازہ ہے۔ یا بدمعاشی کی سڑک ہے یا بچھو کا ڈنگ ہے۔

۶۔ سینٹ جان ڈماس سین رقم فرماہیں۔ کہ عورت کو دروغ بے فروغ کی دختر بلند اختر سمجھو یا اُسے دوزخ کا سنتری ہی سمجھو۔ اور یا اسے امن کا عدو سمجھ لو۔ وہ یہی ذاتِ شریفہ تھیں۔ جن کی بدولت حضرت آدمؑ کو جنّت سے نکلنا پڑا۔

۷۔ سینٹ کرائی ساسٹم رقمطراز ہیں۔ عورت ہی کی وساطت سے شیطان کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی کی بدولت بہشت ہمارے ہاتھ سے گیا۔ غرض تمام وحوش اور جنگلی جانوروں سے بڑھکر خطرناک چیز اگر کوئی ہے تو عورت ہی ہے۔

۸۔ سینٹ گریگوری اعظم فرماتے ہیں۔ کہ عورت ایک خونخوار افعی کا سا زہر ہلاہل رکھتی ہے اور ایک پرواز کرنے والے سخت زہردار سانپ کا سا مکر رکھتی ہے۔

اب ہماری معزز مسیحی بہنیں اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ کیا مذکورہ بالا مسیحی بزرگان دین کی آراء پر وہ بغیر کسی گھبراہٹ کے ایک نظر ڈال سکتی ہیں اور کیا وہ جائز سمجھتی ہیں کہ ایک لمحہ کے لیئے بھی ان کے ساتھ اِن معزز لوگوں کے اقوال کے بموجب سلوک کیا جاوے؟۔

ہمارے دوست مسیحی معترض بھی غور فرماویں کہ تعصّب نے اُن کی آنکھوں پر پٹی باندھ ان کی حالت کیا سے کیا کر دی۔ دوسروں کی آنکھ کا بے معلوم سا تنکا تو اُن کے سامنے ایک شہتیر بن جاتا ہے۔ مگر اپنی آنکھ کا ایک شہتیر بھی انہیں دکھائی نہیں دیتا۔

ہم .... مسیحی معترضین کو اخیر پر وہی سنا کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جو اُن کے آقا اور مطاع یسوعؑ نے فقیہوں کو کہا تھا۔ کہ اے! راہ بتانے والو۔ تم مچھر کو تو چھانتے ہو پر اونٹ کو نگل جاتے ہو۔ تم پر افسوس ہے کہ پیالے اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو۔ مگر وہ اندر لوٹ اور ناپرہیزگاری سے بھرے ہیں۔

خاکسار محمد طفیل احمدی عفی اللہ عنہ۔ از بٹالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جماعت احمدیہ

پچھلے چند روز سے متواتر خبریں آرہی ہیں کہ ترکی حکومت بھی اس عظیم الشان جنگ میں شامل ہوگئی ہے جس میں اس سے پہلی سات طاقتیں مشغول تھیں اور اس کا شامل ہونا بالکل بے سبب اور بیوجہ معلوم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ترکوں کو انکی بداعمالیوں اور ظلموں کی پوری سزا دینا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسوقت تک جو وہ اپنے ملک اور اپنی رعایا کے فوائد سے بیخبر رہکر عیش و عشرت اور آپس کے لڑائی اور جھگڑوں میں مبتلا رہے ہیں اسکی انکو پوری سزا دے کیونکہ جن طاقتوں کے مقابلہ کے لیئے اس نے تلوار اُٹھائی ہے انسے عہدہ برآ ہونا اسکا کام نہیں اور وہ اس میدان کا جوان نہیں اسکا انکے مقابلہ کے لیئے کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسا ایک چوہے کا پہاڑ سے سر ٹکرانا یا ایک چیونٹی کا سمندری لہروں کا مقابلہ کرنا انہوں نے اپنی حماقت اور جہالت کی وجہ سے باوجود ایک بکروٹہ ہونے کے شیر پر ہاتھ ڈالا ہے اور ایک چڑیا ہوکر باز پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے کاش وہ اتنا خیال کرلیتے کہ ہم جن طاقتوں سے مقابلہ کرنیکے لیئے کھڑے ہوئے ہیں انکے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ فرمایا ہے۔ اس جنگ میں جسقدر خون ہونگے انکا گناہ ترکوں کے سر ہوگا اور بقیہ اسلامی عظمت کے ضائع کرنیکا الزام بھی انہیں کے ذمہ لگیگا کیونکہ انہوں نے وقت کو نہ پہچانا اور نہ منشائے الٰہی کو سمجھا کاش وہ بجائے انگلستان سے جنگ کرنیکے اپنے نفس سے جنگ کرتے اور بجائے تلوار کھینچنے کے انصاف و عدل کی طرف متوجہ ہوتے اور بجائے دوسروں کو کافر قرار دیکر انسے جہاد کرنیکے اپنے دل کے کفر کو دُور کرتے کیونکہ یہ انکے لیئے بہتر اور مبارک ہوتا انہوں نے باوجود آنکھوں کے خدائے تعالیٰ کی قضاء و قدر کو نہ دیکھا اور باوجود کانوں کے اس کے احکام کو نہ سُنا اور باوجود دل ہونے کے اس کے منشاء کو نہ سمجھا اور اپنے ساتھ اپنی رعایا کو بھی تباہ کردیا کیوں کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً۔ چونکہ ترکی حکومت بظاہر ایک اسلامی حکومت کہلاتی ہے اس لیئے مسلمانوں کے دلوں میں قدرةً

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر ان کو کیا کرنا چاہیئے اور جبکہ ایک طرف وہ سلطنت ہے جو مکہ اور مدینہ کی محافظ ہے اور دوسری طرف وہ جو ہمارے اموال اور جانوں کی محافظ ہے تو ہم کس سے ہمدردی کریں اس لیئے مَیں اس اعلان کے ذریعہ اپنی تمام جماعت کو اطلاع دیتا ہوں کہ انکا طریق عمل واضح ہے اور ان کو بجائے خود فکر کرنے کے اپنے امام کی طرف نگاہ کرنی چاہیئے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے اور وہی ہمارا حقیقی ہادی اور رہنما ہے کیونکہ وہ خدا کا مسیح اور مہدی ہے اور اس کے حُکم ہم سب کے لیئے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے واجب التعمیل ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض بیوقوف سلطان روم کو اپنا سردار اور آقا خیال کرتے ہوں لیکن ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ایسا نہیں سمجھ سکتے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ لکھتے ہیں :- "مجھے سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے۔ اور نہ اُس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔ میرے لیئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ قبل اسکے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دنیا کی بادشاہت اسقدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آفتاب کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہُوا۔ پھر جبکہ ہمارے بادشاہ کے آگے سلطان روم ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز۔ میرے نزدیک واجب التعظیم اور واجب الاطاعت اور شکر گذاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی مَیں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اُس کے زیر سایہ رہکر ہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے۔" (صفحہ ۱۔ اشتہار حسین کامی سفیر سلطان روم) آگے چلکر اسی اشتہار کے صفحہ دو پر ترکی گورنمنٹ کی ردّی حالت کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ اس ترکی سفیر کے سامنے جو قادیان آیا تھا۔ "مَیں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصوروار ہے اور خدا سچے تقویٰ اور طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے توبہ کرو تا نیک پھل پاؤ۔ مگر مَیں اُس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی بُرا مانتا تھا اور

یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ روم کے اچھے دن نہیں ہیں اور پھر اس کا بد گوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔" تین سطر آگے لکھتے ہیں کہ "مَینے یہ بھی اُس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہیگا وہ کاٹا جائیگا۔ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔ اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اُس کو لگتی تھیں اور مَینے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعہ فرمایا تھا وہی کہا تھا۔" پھر اس امر کے متعلق کہ ترکی حکومت سے سلسلۂ احمدیہ کو بجائے فائدہ کے نقصان ہے تحریر فرماتے ہیں کہ "اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے مَینے اُس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکر گذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ اسقدر امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز اُمید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے کیا مَیں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعوے کو پھیلا سکتا ہوں کہ مَیں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں کیا یہ سُنکر اُس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کرینگے۔ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کریگا کہ انکی مرضی کو مقدم رکھا جائے پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ۔" اسی طرح اس کے انجام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ "سلطان روم کی سلطنت کی حالت اچھی نہیں ہے اور مَیں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔" اسی معاملہ کے متعلق ایک دوسرے اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں۔ "سلطان کا خلیفۃ المؤمنین ہونا صرف اپنے مُنہ کا دعویٰ ہے۔ لیکن وہ خلافت جس کا آج سے سترہ برس پہلے براہین احمدیہ اور نیز ازالہ اوہام میں ذکر ہے حقیقی خلافت وہی ہے۔ کیا وہ الہام یاد نہیں؟ اردتُ اَنْ استخلف فخلقت آدم۔ خلیفۃ اللہ السلطان۔ ہاں ہماری خلافت روحانی ہے اور آسمانی ہے۔ نہ زمینی۔" (اشتہار جلسۂ شکریہ) پھر اسی اشتہار کے آخر میں انگریزی گورنمنٹ

کی تعریف کی نسبت تحریر فرماتے ہیں "رہی یہ بات کہ اشتہار مذکور میں انگریزی سلطنت کی تعریف کی گئی ہے۔ سو یاد رہے کہ یہ ہرگز منافقانہ تعریف نہیں لَعْنَةُ اللهِ عَلٰے مَنْ نَافَق۔ بلکہ ہم سچے دل سے کہتے ہیں اور صحیح صحیح کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہم نے بہت امن پایا ہے۔ اسلیئے اس کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اور مجھے اُن شریر انسانوں کی حالت پر نہایت تعجب ہے کہ اب تک وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جزاء احسان احسان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ"۔

اسی طرح سلطان روم کے خلیفۃ المسلمین کہلانے اور پھر دین سے غافل ہونے کی نسبت فرماتے ہیں "آج بھی اگر کسی انسان میں فراست موجود ہے تو دیکھ سکتا ہو کہ کیا اسلام کی حالت اُس خطرناک حالت تک پہنچی ہے یا کہ نہیں جسوقت خدا اس کی خبر گیری کرے زمانہ خود پکار پکار کر زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ مصلح کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے معمولی مسلمان تو کسی شمار میں ہی نہیں۔ جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور

خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین

ہیں خود اُن کا حال ایسا ہے کہ باوجود بادشاہ ہونے کے انکو اتنی جرأت نہیں کہ اُن کی سلطنت میں کوئی شخص جرأت اور آزادی سے اظہار حق بھی کرسکے سلطان روم کی سلطنت میں کوئی چار سطر بھی مذہب عیسوی کے خلاف نہیں لکھ سکتا۔ شائد یہ خیال ہوگا کہ تمام عیسائی سلطنتیں ناراض ہوکر سلطنت چھین لینگی۔ مگر خدا کی سلطنت کا ذرا بھی خیال نہیں اور نہ ہی خدا کی طاقت پر پورا بھروسہ ہے۔ خودداری بھی ایک حد تک اچھی ہوتی ہے۔ مگر جہاں ایمان جائے وہاں ایسی باتوں کا کیا خیال۔

"حالانکہ ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کہ گورنمنٹ کو مذہب سے تعلق ہی کوئی نہیں دیکھو ہم نے عیسائیوں کے خلاف کتنی کتابیں لکھی ہیں۔ اور کس طرح کے زور سے اُن کے عقاید باطلہ کا رد کیا ہے۔ مگر گورنمنٹ میں یہ بڑی خوبی ہے کہ کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گیا اصل وجہ اپنی ہی کمزوری ہوتی ہے۔ ورنہ گورنمنٹ دین کے معاملات میں کبھی بھی دست اندازی

نہیں کرتی"۔ (اقتباس از تقریر برمقام لاہور) آگے چلکر سلطان روم کے محافظ حرمین شریفین ہونیکے خیال کو غلط قرار دیتے ہوئے انگریزی گورنمنٹ کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔

"بادشاہ اور خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہلا کر بھی خدا کی طرف سے بے پروائی اچھی بات نہیں۔ مخلوق سے اتنا ڈرنا کہ گویا خدا کو قادر ہی نہیں سمجھنا۔ یہ ایک قسم کی سخت کمزوری ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ خادم الحرمین ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ:۔

حرمین اُس کی حافظ ہیں

حرمین کی برکت اور طفیل ہے کہ اب تک وہ بچا ہوا ہے۔ جو مذہبی آزادی اس ملک میں ہمیں نصیب ہے وہ مسلمان ممالک میں خود مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں دیکھو کس آزادی سے ہم کام کر رہے ہیں۔ اور پھر کیسا اثر ہماری تالیفات کا ملک پر ہوا ہے۔ قادیان میں ہمیشہ پادری لوگ آیا کرتے تھے۔ اُن کے خیمے ہمیشہ قادیان کے باہر کی طرف نصب کئے جاتے تھے۔ اور وہ پھر کر اپنا وعظ کیا کرتے تھے۔ مگر اب عرصہ پندرہ برس کا ہوتا ہے کہ کبھی کسی پادری کی شکل بھی نظر نہیں آئی۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے اور مسلمانوں کو دعوی سے بلایا کرتے تھے کہ کوئی اُن سے مباحثہ کرے۔ اور کہتے تھے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ زندہ نبی کے مضمون پر بحث کیجاوے۔ مگر اب یہ معاملہ ہے کہ ہم بلاتے ہیں۔ انعام دیتے ہیں۔ مگر کوئی ادھر آتا ہی نہیں"۔ (ایضاً)

پھر کتاب الہدیٰ کے صفحہ ۳۹ پر ان نام نہاد خلفاء کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

"وفوّض الیھم خدمۃ فما ادّوا حق الاداء۔ اتزعمون انھم خلفاء الاسلام۔ کلا بل ھم اخلدوا الی الارض وانّی لھم حظٌ من التقوی التام۔ ولذالک ینھزمون من کل من نھض للمخالفۃ۔ ویولّون الدبر مع کثرۃ الجند والدولۃ والشوکۃ۔ وما ھٰذا الا اثر السخط الذی نزل علیھم من السماء (ترجمہ) اور جو خدمت اُن کے سپرد ہوئی تھی اس کا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ کیا تم دعوی کرتے ہو کہ وہ

اسلام کے خلیفے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ وہ زمین کی طرف جھک گئے ہیں اور پوری تقویٰ سی انہیں کہاں حصہ ملا ہے۔ اس لیئے ہر ایک سے جو اُن کی مخالفت کے لیئے اُٹھ کھڑا ہو شکست کھاتے ہیں اور باوجود کثرت لشکروں اور دولت اور شوکت کے بھاگ نکلتے ہیں۔ اور یہ سب اثر ہے اس لعنت کا جو آسمان سے انپر برستی ہے" آگے چلکر انکے بُرے حال اور بد انجام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ " وکیف یُعضدون بالنصرة والاعانة - مع ھٰذہ الغوایة والخیانة - فان اللہ لایبدل سنّته المستمرة - ومن سنته انه یویّد الکفرة ولا یوید الفجرة - ولذالك تری ملوك النصارٰی یویدون وینصرون - و یاخذون ثغورھم ویتملکون - (ترجمہ) اور ایسی خیانت اور گمراہی کے ہوتے انہیں کیونکر خدا سے مدد ملے۔ اس لیئے کہ خدا اپنی دائمی سُنّت کو تبدیل نہیں کرتا اور اس کی سُنّت ہے کہ کافر کو تو مدد دیتا ہے پر فاجر کو ہرگز نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ نصرانی بادشاہوں کو مدد مل رہی ہے اور وہ اُن کے حدوں اور مملکتوں پر قابض ہو رہے ہیں اور ہر ایک ریاست کو دباتے چلے جاتے ہیں" (صفحہ ۴۳) پھر انکے حافظ حرمین شریفین ہونے کا انکار کرتے ہوئے اس طرح اُن کی تباہی کی خبر دیتے ہیں۔ "اتخالون انھم یحفظون حرم اللہ وحرم رسوله کالخدام - کلّا بل الحرم یحفظھم لادّعاء الاسلام وادعاء محبة خیر الانام - وقد حقت العقوبة لولم یتوبوا الی اللہ المقتدر العلام - (ترجمہ) کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ حرمین شریفین کے خادم اور محافظ ہیں ایسا نہیں بلکہ حرم انہیں بچا رہا ہے اس لیئے کہ وہ اسلام اور رسولِ خدا کی محبت کے مدعی ہیں۔ اور اگر وہ سچی توبہ نہ کریں تو سزا سر پر کھڑی ہے" (صفحہ ۵۶ الھدیٰ)

اِن تحریروں سے یہ باتیں صاف ظاہر ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سلطان کے ادعائے خلافت کو غلط قرار دیتے ہیں اسکی حکومت سے انگریزوں کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں۔ انکی سلطنت کے بدانجام کی خبر دیتے ہیں اور انگریزی حکومت کی مخالفت کو نہایت مکروہ اور گناہ قرار

دیتے ہیں۔ اور ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احکام اور فیصلوں پر دل و جان سے کاربند ہو۔ پس مَیں تمام جماعت کو اس اعلان کے ذریعہ سے اطلاع دیتا ہوں کہ اپنے امام حکم کے ماتحت ہر طرح سے گورنمنٹ برطانیہ کے خیرخواہ رہیں اور ہر ممکن طریق سے اس کی مدد اعانت کرتے رہیں اور اگر کسی جگہ کسی آدمی یا جماعت کے خیالات ان کو نادرست معلوم ہوں تو اس کی اصلاح کی کوشش کریں اور اپنی جماعت کے علاوہ غیروں کو بھی سمجھاتے رہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ کی فرمانبرداری ان کا مذہبی فرض ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنے ذاتی خیالات کو مذہب پر قربان کردیں۔ ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس امن سے ہم گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت زندگی بسر کررہے ہیں ہرگز وہ امن ہم کو اور کسی سلطنت میں نہیں مل سکتا خواہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ خصوصاً اس زمانہ کی اسلامی کہلانے والی حکومتوں کے حلم اور بُردباری کا نظارہ ہم امیر کابل کے سلوک سے دیکھ چکے ہیں جس نے بلاوجہ ہمارے ایک بھائی کو نہایت بے دردی سے سنگسار کروادیا۔

آخر میں مَیں اپنی جماعت کو اس امر کی بھی تاکید کرتا ہوں کہ وہ آجکل دعاؤں اور آہ و زاری پر بہت زور دیں اور اپنے نفوس میں تبدیلی پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ کے آگے گر جائیں تا اسلام کی ترقی کی صورت نکلے اور اس کے زوال کے اسباب دُور ہوں اور اسلام ایک دفعہ پھر اپنی اصلی شان میں دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلنا شروع ہو اور شرک و بدعت کی جگہ توحید۔ اور سچی اطاعت کی ترقی ہو ٭

اٰمین ثم اٰمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

خاکسار

میرزا محمود احمد خلیفۂ دوم جماعت احمدیہ۔ قادیان (پنجاب)

۹- نومبر ۱۹۱۴ء

کفّارہ

(رقمزدہ شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم)

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم * خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مفت خوروں کا دلپذیر فقرہ یعنی مفت را چہ گفت۔ مشہور معروف ہے۔ بیشک مفت خوروں کے واسطے یہ جملہ واقعی قابلِ عمل ہے۔ اور اسی سے انکی ہستی قائم رہ سکتی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو دنیا میں نکمے کہلوتے ہیں۔ جب وہ دنیوی ترقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیتے ہیں۔ تو چونکہ حاجات فطری کے واسطے ضروری ہے۔ کہ ایسی اشیا بہم پہنچائی جاویں۔ جن سے یہ حاجات رفع ہو جاویں۔ اسلیئے بوجہ نکماپن رکھنے کے وہ اسی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کوئی چیز مفت ہو۔ تو یہ حاجت پوری ہو جاوے۔ اور اسی لیئے وہ بیجا طور پر دوسروں کے حقوق پر اپنا تسلّط کر لینا بُرا محسوس نہیں کرتے۔ انکے نزدیک مفت خوری ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جو صرف انہی کا ہی حصّہ ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ خود نکما ہونیکے باعث ایسی ترقی نہیں کر سکتے۔ جس سے انکو مفت خوری کی لت سے نفرت ہو جاوے۔ اور وہ خود اپنی مدد آپ کریں۔

یہ مرض ایک ایسا بُرا مرض ہے۔ جس نے کئی اقوام کو تباہ کر دیا۔ اس روشنی کے زمانہ میں ہر طرح سے جد و جہد ہو رہی ہے۔ کہ یہ بُرا مرض مٹا دیا جائے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ مرض صرف علم ہی سے دُور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ علمی ترقی کا لوگوں کو شوق دلایا گیا۔ اور اسکے ساتھ ہی طرح طرح کے ایسے اصول بنائے گئے۔ جن سے تعلیم میں ترقی ہو سکے۔ اور پھر ساتھ ہی خیال رکھا گیا کہ ایسے ڈھنگ سے بچّوں کو تعلیم دیجائے۔ جو وہ اس کام سے فراغت حاصل کر چکنے کے بعد ملک اور قوم کو فائدہ پہنچاویں۔ چنانچہ سکول کے استاد جہاں اور طریقوں کو استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ساتھ ہی یہ اصول بھی ابتدائی جماعتوں میں رکھدیئے گئے۔ کہ ایسے

طریقے سے پڑھاؤ۔ جس میں طلباء اپنی مدد آپ کریں۔ اور تعلیم میں وہ خود ذاتی سعی سے ترقی کریں۔ یعنی ابتداء میں ہی انکے دلپر یہ بات نقش کر دیجائے۔ کہ ہر کام میں اپنی ذاتی سعی مفید ہوتی ہے۔ چنانچہ جن جن ممالک میں ان اصول کو مدِ نظر رکھ کر تعلیم دیجاتی ہے۔ وہاں سے مفت خوروں کے گروہ کے گروہ معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی تعلیم یافتہ لوگ ان تمام امورات سے جن میں مفت خوری جائز قرار دیگئی ہے۔ متنفر ہوتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ کے لوگ عام طور سے اپنے آبائی مذہب کو اس نظر سے نہیں دیکھتے۔ جس نظر سے کہ ایک سچا مذہبی آدمی اپنے مذہب کو سچی اور حقیقی نظر سے دیکھتا ہے۔

مفت خوری کا مرض آج سے نہیں۔ بلکہ بہت پہلے سے ہر ایک ملک میں موجود تھا اور بعض اوقات جہالت کے زمانہ میں تو اس نے ایسی ترقی کی ہے۔ کہ دنیوی امور تو بالائے طاق۔ مذہبی اصول کا بھی یہ مرض جزو اعظم بن گیا۔ کیا معنی۔ یعنی جب کم ہمّت لوگ جو کسی طرح سے اپنے آپ کو سدھار نہ سکے۔ اور مذہبی قیود کی پابندی نہ کر سکے۔ تو انہوں نے ایسے طریق رائج کیئے۔ جس سے وہ اپنی کم ہمّتی کے موجود ہوتے ہوئے مذہبی ترقی میں ترقی کرتے ہوئے سمجھے جاویں۔ اور جس طرح ایک مفت خورہ دوسروں کے دنیوی حقوق کو زبردستی اور نا انصافی سے اپنے حقوق خیال کرتا ہے۔ اسیطرح ان لوگوں نے ایسے اصول بنائے۔ کہ جن سے ایک مذہبی انسان کے حقوق کے یہ مالک ٹھہرائے جاسکیں۔ اور وہ تمام حقوق جو اس نے کئی طرح کی کوششوں اور محنتوں سے حاصل کیئے تھے۔ گویا وہ ایک آن واحد میں بلا وجہ انکے سمجھے جاسکیں۔

اگرچہ ہمیشہ سے ایسی اقوام صفحۂ ہستی پر موجود رہی ہیں۔ مثلاً بُت پرست وغیرہ جن کا یہی مذہب تھا۔ کہ ایک آدمی کو دیوی ماتا کی بھینٹ کر دینے سے ہم ہر طرح کے مصائب و آلام سے بچ سکتے ہیں۔ مگر آخر کار یہ باطل مذاہب نابود ہوگئے۔ اور داناؤں نے سمجھا دیا۔ کہ دیوی ماتائیں ایسے بد افعال سے خوش نہیں ہوتیں۔ اور نہ وہ کچھ کر سکتی ہیں۔ مگر پھر بھی وہ مذاہب جو عام طور پر بُت پرستوں کو بُت پرستی کے بدلے دکھلائی

گئے۔ کچھ اسی رنگ میں رنگین ہوئے۔ اور خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے کچھ اُنیس بیس کا ہی فرق رہ گیا۔ جبھی تو وہ مذاہب عام طور سے بُت پرست اقوام نے بزودی قبول کر لیئے۔

اس تمام نظارے کا رہا سہا منظر ہم آجکل مسیحیت کے باغوں میں دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اگر مسیحیت کے باغوں کے چھوٹے سے لیکر بڑے گلدستے کو سونگیں۔ تو انکی مہک اپنی زبان میں یہی پکارتی سنائی دیتی ہے۔ کہ آؤ۔ تمہیں ایک ایسے باغبان کے پاس لے چلیں۔ جس نے سب کے واسطے ہر طرح کے دُکھ اور مصیبتیں جھیلیں۔ اور اس انسان نے ان تمام ضروریات کو جن کے پورا کرنے میں تمام لوگ ناکام رہ سکتے ہیں۔ پورا کر دیا۔ یعنی وہ یہ کہ شریعت جس پر کوئی عمل نہیں کر سکتا تھا۔ اور گناہ کا مادہ جو فطرتاً ہی سب میں پایا جاتا ہے۔ اور پھر تمام زندگی بھی بجز گناہ کرنے کے بسر نہیں ہو سکتی اس نے اُس سزا کے بدلے جو خدا نے ہمارے واسطے مقرر کر رکھی تھی۔ اپنی جان فدیہ میں دیکر ہمیں گناہوں سے چھڑا لیا۔ اور ہماری تمام کمزوریاں اور ناپاکیاں اسکے اس معاوضہ پر جسے یہ مسیحی لوگ کفّارہ کہہ کر پکارتے ہیں۔ ایمان لانے سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اور پھر ایسے تسلیم کنندہ پر سزا کا حکم نہیں رہتا۔ یہ کفارہ حضرت مسیح کا ہے۔ جس نے بقول نصاریٰ اپنی جان گنہگاروں کے واسطے فدیہ میں دیدی۔ اور اس بات کو وہ مذہباً ایسے طریقے سے مانتے ہیں کہ اس ایک اصول کے بغیر وہ اپنے مذہب کو سچّا اور عالمگیر مذہب نہیں مان سکتے۔ اسلیئے کچھ ضرور نہیں۔ کہ ہم اپنے اس مضمون میں یہ ثابت کریں۔ کہ وہ فلاں فلاں آیات کے رو سے کفارہ کو قبول کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارا کام صرف اسقدر ہے۔ کہ ہر یک پہلو کو مدّ نظر رکھکر اس مسئلہ کی بطالت ثابت کریں۔

جیسا کہ عوام الناس جانتے ہیں۔ عیسائی لوگوں کا فدیہ دینے والا حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام تھا۔ اس لیئے ضروری امر ہے۔ کہ پہلے ہم اس لفظ مسیح پر بحث کر کے ناظرین پر ثابت کریں۔ کہ یہ لفظ مسیح کیا ہے۔ یہودی اس کو کیا سمجھتے تھے۔ اور آجکل اس لفظ مسیح سے نصاریٰ کا کیا مفہوم ہے۔

پس واضح ہو۔ کہ یہودی محاورہ میں مسیح صرف اس کو کہا جاتا تھا۔ کہ جسے خدا کے حکم سے کوئی نبی ممسوح کرے۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ ایک سینگ جو نبی اپنے پاس رکھتا تھا۔ خدا کے حکم کے ماتحت اس سینگ میں تیل بھر کر وہ نبی مسیح بننے والے کے سر پر انڈیل دیتا تھا۔ اور پھر اسے "مسیح" کرتا تھا۔ اسی کو یہودی محاورہ میں خدا کا مسیح کہا جاتا تھا۔ اور اگر عام طور پر دیکھا جائے۔ تو بائبل اس بات کی شاہد اوّل ہے۔ چنانچہ ساؤل کو سموئیل نبی نے ممسوح کیا۔ سموع ۱ $\frac{۱}{۱۰}$ اور یہ ساؤل بادشاہ ہوا۔ اور نہ صرف بادشاہ بلکہ ایک طرح سے نبوت کرنے والا بھی ٹھہرا۔ پھر اگرچہ ساؤل پر بُری روح اُتری۔ اور یہ خدا کی نظر میں مغضوب ہوا۔ سموئیل ۱ $\frac{۱۸}{۲}$۔ مگر سلطنت کے پہلے یہ ضرور نبی کے ہاتھ سے خدا کا ممسوح ہوا تھا۔ پھر سموئیل نبی نے داؤد ابن یسی چرواہے کو خدا کا مسیح کیا۔ اور اسکے سر پر تیل مَلکر اسے ممسوح کیا سموئیل ۱ $\frac{۱۶}{۱۳}$

اگر کوئی یہ خیال کرے۔ کہ یہ نبی اسرائیل کے مسیح تھے۔ اور خدا کا مسیح کہلوانا صرف مسیح ابن مریم کے واسطے ہی جائز ہے۔ تو یہ یاد رہے۔ کہ یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ کیونکہ داؤد اپنی زبور میں آپ کو خدا کا ممسوح (مسیح) کہتا ہے دیکھو زبور $\frac{۸۹}{۳۹}$ اور کہتا ہے۔ کہ اے خدا۔ تُو اپنے ممسوح سے بیزار ہُوا۔ اب جائے غور ہے۔ اگر اپنے ممسوح سے مراد ابن مریم لیا جاوے۔ تو یہ کہنا کہ خدا یسوع مسیح سے بیزار ہُوا۔ عیسائیت کے رو سے کسقدر لغو اور بے بنیاد ہوگا۔

پس ثابت ہُوا۔ کہ یہودی شریعت میں خدا کا مسیح صرف اسی کو کہا جاتا ہے جس کے سر پر کوئی نبی تیل مَل کر خدا کے حکم سے اسے مسیح کرے۔

جو کچھ مسیح کے لفظ کا اصل مفہوم ہے۔ وہ ہم اپنے ناظرین کو دکھلا چکے ہیں۔ اب یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ عیسائی مفہوم کیا ہے۔ اور اس تفہیم کی کیا بنیاد ہے۔

لفظ مسیح اور عیسائی مفہوم

پس واضح ہو۔ کہ اگر عام طور سے عیسائیوں سے پوچھا جائے۔ کہ مسیح کے معنے کیا ہیں۔ تو وہ یہی کہتے ہیں۔ کہ مسح کیا گیا۔ مگر انکا اصلی مذہبی عقیدہ اس بات کو بالفاظ دیگر بیان کرتا ہے۔ اور اس بیان سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس لفظ مسیح کا مفہوم یہود سے بالکل نرالا اور مختلف ہے چنانچہ اتانا سیوس کے عقائد نامہ میں اسکی تشریح یہ ہے۔ "اگرچہ وہ خدا اور انسان ہے۔ مگر دو نہیں۔ بلکہ ایک مسیح ہے" ہدایت نمبر ۳۴۔ اور پھر لکھا ہے "کیونکہ جس طرح نفس ناطقہ اور جسم ایک انسان ہے۔ اسی طرح خدا اور انسان ایک مسیح ہے" ہدایت نمبر ۳۷۔ دیکھو دعائے عام چرچ آف انگلینڈ صفحہ ۲۳۔

یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہند اور پنجاب میں جو مختلف عیسائی مشنیں کام کر رہی ہیں وہ مسیح کے لفظ کی تشریح مختلف طریقوں سے کرتی ہیں۔ اگرچہ ان میں کم و بیش اختلاف تو ضرور ہے۔ مگر اس لفظ کے مفہوم میں وہ قریباً قریباً بالکل متفق ہیں۔

(۱) چنانچہ رسولوں کا عقیدہ جسے قریباً کل عیسائی دنیا مانتی ہے۔ اس میں بھی صاف صاف اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ مسیح خدا اور انسان ہے۔ اور وہ مرا۔ زندہ ہوا۔ اب آسمان پر ہے۔ وغیرہ۔

(۲) عقیدہ اتھناسیاں والے بھی جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ یہی مانتے اور اعتقاد رکھتے ہیں۔

(۳) عقیدہ نسین کے پیرو کار بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ مسیح خدا تھا۔ اور وہ بھی تثلیث کے قائل ہیں۔

(۴) میتھوڈسٹ مشن والے بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ "وہ بیٹا جو باپ کا کلمہ ہے۔ اور ازلی اور ابدی خدا اور باپ سے متحد الوجود ہے۔ مبارک کنواری کے پیٹ میں آدمی کی شکل بنا۔ حتیٰ کہ وہ کامل اور مسلم اصل الوہیت و انسانیت سے ملکر ایک ایسا اقنوم ہوا کہ منقسم نہیں ہو سکتا" تشریح التثلیث مصنفہ پادری۔ ڈی۔ ڈبلیو ٹامس صاحب ایم۔ اے صفحہ ۲۶

امریکن مشن والے بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ مسیح خدا اور پھر انسان بنا۔ اور تثلیث کی پرستش کرتے ہیں۔ دیکھو زبور اور گیت خدا کی عبادت کے لیئے کی کتاب۔ گیت ۱۱۷ و ۱۲۶

غرضیکہ عام طور پر قریب قریب کُل عیسائی✽ دنیا اس بات کی قائل ہے۔ کہ مسیح سے مراد یہی ہے۔ کہ وہ خدا اور انسان ہُوا۔ اور یہی مسئلہ کفّارہ کی جڑھ ہے۔ یا یوں کہیں۔ کہ اسی منبع سے کفارہ نکلا۔ اور اگر اُلوہیّت مسیح نہ قبول کیجائے۔ تو کفّارہ باطل ٹھہرتا ہے چنانچہ یہ بات تمام تثلیثی عیسائی مانتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص ہمارے خداوند یسوع مسیح کی اُلوہیّت کا منکر ہو۔ اور اسکا ایمان اپنے طور کا ہو۔ تو وہ کفّارہ کے مسئلہ سے بھی جسے مسیحی کلیسیا کے لوگ مانتے ہیں۔ ضرور منکر ہوگا۔ دیکھو تشریح التثلیث مصنّفہ پادری ڈی۔ ڈبلیو ٹامس صاحب ایم۔ اے صفحہ ۹ اور اگر بنظر عمیق عیسائیت پر سوچا جائے۔ تو یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اُلوہیّت کے نہ ماننے والے کفّارہ تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ گنہگار کے بدلے گنہگار کیا کفّارہ ہو سکتا ہے۔ اور اغلب ہے۔ کہ یہ مسئلہ کفارہ بھی انہی وقتوں کا مروّجہ مسئلہ ہو۔ جبکہ ۸۳ سنہ ع سے لیکر ۴۰۰ سنہ ع تک مختلف کونسلوں میں تثلیث کے ثلاثہ اجزاء کی تیاری کیجارہی تھی۔ یا یوں کہیں۔ کہ ۳۲۵ سنہ ع میں جب کونسل نائس کے درمیان رسولی عقیدہ ساخت ہُوا۔ اور اسکا دوسرا جزو یعنی ابن وحید یسوع مسیح الخ۔ اس عقیدہ میں شامل کیا گیا۔ تو اس مسئلہ کفّارہ کے بنیادی ایّام بھی کچھ وہی کہے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ بجز اُلوہیّت کے کفّارہ ہیچ ہے۔ جو کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اسلیئے نہائیت ضروری ہے۔ کہ ہم مسئلہ اُلوہیّت مسیح پر کچھ اختصاراً لکھتے ہوئے پھر تدریجاً کفّارہ پر غور کریں۔

یہاں پر یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ یہود نے جو اصل مالک توراۃ وصحف الانبیاء کے ہیں۔ مسئلہ تثلیث کو جس کا اصولِ اُلوہیّت مسیح جزو اعظم ہے۔ کبھی تسلیم نہیں کیا۔ کہ تثلیث فی التوحید کس چیز کا نام ہے۔ بلکہ برخلاف اسکے وہ ہمیشہ خدا کو توحید فی التوحید اور واحد ہی مانتے چلے آئے ہیں۔ اور اس مسئلہ میں یہودی راستی پر ہیں۔ کیونکہ وہ تثلیث کو

✽ یونی ٹے ری ان۔ اُلوہیت مسیح کے قائل نہیں۔ اور عمانوئیل سویڈن بارگ والے بھی کلام مجسم ہُوا۔ سے مسیح کی انسانیت کے واسطے کچھ اور مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ فرقے قلیل التعداد ہیں۔

(راقم مضمون ہذا)

جبکہ انکی کتابوں میں اسکا کہیں ذکر تک نہیں۔ کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم سرسری نظر سے ہی پُرانے عہدنامے کو دیکھیں۔ تو یہ امر صاف عیاں ہو جاتا ہے۔ کہ وہ توحید کی تعلیم سے بھرپور ہے۔ چنانچہ دیکھو گنتی ۲۳/۱۹ خدا قادر مطلق ہے۔ پھر خدا ازلی ہے زبور ۲/۹ و ۲/۹۳۔ خدا بے مثل اور لاشریک ہے یسعیاہ ۴۶/۹ تا ۱۵۔ خدا بے مثل استثنا ۳۲/۳۹ و زبور ۳۴/۶ خدا غیر محدود محدود زمین پر سکونت نہیں کر سکتا۔ یرمیاہ ۲۳/۲۴۔

پس یہ کہنا۔ کہ یہود نے غلطی کی۔ جو تثلیث کے قائل نہ ہوئے۔ سراسر بے انصافی ہے٭ بلکہ اگر یسوع مسیح (بقول نصاریٰ) الوہیت کا مُدّعی تھا۔ اور تثلیث کی تعلیم سکھاتا تھا۔ تو کچھ شک نہیں کہ یہود نے بہت اچھا کیا۔ اور انصاف یہی تھا۔ کہ وہ یسوع مسیح کو قبول نہ کرتے۔ کیونکہ انکی کتابوں کی رو سے کبھی انکے وہم و گمان میں بھی یہ نہ آیا تھا۔ کہ تین ایک اور ایک تین۔ یا خدا انسان اور انسان خدا ہو سکتا ہے۔

عیسائی مفہوم غلط ہے

جیسا کہ قبل ازیں لفظ مسیح پر بحث کر چکنے کے بعد اتانا سیوس کے عقاید نامہ کی ہدایات ۳۴ و ۳۷ کی رو سے یہ مسئلہ مفصل ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عیسائی مفہوم اس لفظ مسیح سے یہی ہے۔ کہ کامل خدا اور کامل انسان نتیجہ ایک مسیح۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہود کبھی بھی مسیح کے لفظ کی یہ تعریف تسلیم نہیں کرتے۔ اور در اصل یہ بات کہ کامل خدا اور کامل انسان = ایک مسیح کسی طرح سے بھی کوئی سمجھا نہیں سکتا۔ اور نہ تسلیم کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک عیسائی خود ہی ذیل کے الفاظ میں اس مسئلہ کی تردید کرتا ہے۔ اور یہ تردید بے شک ایک اچھی تردید ہے۔ یعنی وہ کہتا ہے۔ کہ کامل خدا۔ کامل انسان انسان میں روح اور جسم دو مختلف چیزیں ہیں۔ پس جب مسیح انسان ہُوا۔ اور کامل انسان تو اس میں روح اور جسم دو مختلف چیزوں سے ایک شخص ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اب خدا کی تعریف معروف ہے۔ کہ خدا بھی ایک شخص ہے پس لازم ہُوا

٭ میں اس بات کو بخوبی ثابت کر سکتا ہوں۔ کہ مسیح از روئے موجودہ اناجیل الوہیت مسیح اور تثلیث کا معلّم نہ تھا۔ اور نہ اس نے یہ تعلیم پیش کی ہے۔ راقم مضمون ہذا

کہ مسیح میں کامل الٰہی شخصیّت بھی ہو۔ اور الٰہی شخصیّت انسانی شخصیّت سے غیر ہے۔ لیکن جب مسیح کامل انسان اور کامل خدا ہے۔ تو اس میں یہی دو شخصیتیں ہونی چاہئیں۔ یعنی ایک روح اور جسم کی شخصیّت اور دوسرے خدا کی شخصیّت۔ پھر اب اس کو ایک ہی شخص (ایک شخصیّت والا) ماننا مہمل ہوا۔ کیونکہ خدا جب ہی ہے۔ جبکہ حقیقی الٰہی شخصیت ہو۔ پھر اس شخصیّت کو نہ خدا اور نہ انسان کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے کوئی نیا نام وضع کرنا چاہیئے۔ (اور مسیح پُرانا نام ہے) کیونکہ انسانی شخص تو خالص جسم اور روح کی یگانگت سے بنتا ہے۔ اور وہی شخص۔ اور روح مخلوق کی شخصیّت سے غیر ہے۔ اب مسیح نہ یہ رہا کیونکہ اس کی کوئی شخصیّت صرف جسم اور روح سے بنتی نہیں۔ اور نہ وہ رہا۔ کیونکہ وہ خالص الٰہی شخصیّت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ تو دو ذاتوں انسانی اور الٰہی سے مرکب ہوا۔ پس یہ ہستی چاہیئے۔ کہ انسانیت سے کچھ زیادہ ہو۔ کیونکہ انسانی شخصیّت میں الٰہی شخصیّت کا اضافہ ہوا۔ اور چاہیئے۔ کہ الٰہی شخصیّت سے بھی کچھ زیادہ ہو۔ کیونکہ الٰہی شخصیّت پر انسانی شخصیّت کا اضافہ ہوا۔ اور اب یہ خیال کہ الٰہی شخصیّت پر کچھ اضافہ ہوا۔ نہایت بودا اور فاسد ہے۔

پس چاہیئے۔ کہ یسوع کے واسطے مسیح کا لفظ استعمال نہ کیا جاوے۔ بلکہ کوئی نیا نام استعمال کیا جاوے۔

مسیح خالق ہے

اب دیکھتے ہیں۔ کہ کیا یسوع واقعی خدا اور اِلٰہ تھا۔ جسکا کفارہ واقعی کفارہ ہوسکتا ہے۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح ساری چیزوں کا خالق اور سنبھالنے والا ہے۔ مگر جائے غور ہے کہ مسیح اگر واقعی خالق ہے۔ تو کیا بذات خویش اس صفت سے موصوف ہے۔ یا کسی دوسرے سے یہ صفت حاصل کردہ ہے پس غور کرنا چاہیئے۔ کہ یسوع مسیح جب کہتا ہے۔ کہ مَیں آپ سے کچھ نہیں کرسکتا یوحنا ۸/۲۸ یا میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ تو اب یسوع مسیح کے اس کلام کا کیا مطلب ہوا۔ پس کوئی صفت جو کسی دوسری ہستی سے حاصل کی جائے۔ اور اپنی ذاتی اور اصلی نہ ہو۔ وہ کامل کی کس طرح برابری کرسکتی ہے۔ اور جو صفت یا قدرت ذاتی ہے

وہ دی نہیں جاتی۔ اور جو دیجاتی ہے۔ وہ ذاتی نہیں ہوسکتی۔ خلق کرنے کی طاقت صرف خدا کی ذات کو حاصل ہے۔ اور یسوع مسیح نے خدا سے حاصل کی۔ پس اسی واسطے یسوع کا یہ کلام۔ میں آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ بامعنی اور سچا ہے۔

مسیح غیر متبدل تھا؟

عیسائی کہتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح کل اور آج اور ابد تک یکساں ہے عبرانیوں ۱۳/۸ اوّل تو عبرانیوں کا خط ہی یورپ کے محقق فاضل عیسائیوں نے الہامی تسلیم نہیں کیا۔ اور اگر بالفرض یہ بھی الہامی تسلیم کرلیا جاوے۔ تو بھی اس امر میں کچھ قباحت لازم نہیں آتی۔ اور کسی طرح سے اس آیت کے یہ معنی نہیں ہوسکتے۔ کہ وہ خدا تھا۔ کیونکہ یہ ایک محاورہ ہے۔ اس سے اگر کچھ سمجھا جاسکتا ہے۔ تو صرف یہ کہ اسکی یعنی یسوع مسیح کی شریعت یکساں ہے۔ نہ کہ وہ خود۔ کیونکہ لوقا ۱۶/۲۹ میں یہ محاورہ خود یسوع آپ استعمال کرچکے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ موسیٰ اور انبیاء کی سنیں۔ جو انکے پاس ہیں۔ حالانکہ موسیٰ اور انبیاء انکے پاس نہ تھے وہ فوت ہوگئے ہوئے تھے۔ پس اگر عبرانی ۱۳/۸ کے کچھ صحیح معنی ہوسکتے ہیں۔ تو یہی۔ کہ شریعت کے واسطے یہ الفاظ ہیں۔ نہ کہ خود مسیح کے واسطے۔ کیونکہ یہ امر تو اظہر من الشمس ہے کہ مسیح ان تمام تبدلات کا مطیع ہوا۔ جو مخلوق اور انسانی فطرت کے واسطے لازمی ہیں۔ بقول نصاریٰ وہ اعلیٰ تھا۔ ادنیٰ ہوا۔ پیدا ہوا۔ مرا۔ دُکھ درد سہے۔ زندہ ہوا۔ پس کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ کہ مسیح بے تبدیل ہے۔ جیسے کہ خدا کی ذات ہمیشہ سے ہے۔

ہمہ دان اور قادر مطلق

اور پھر جب ہم اناجیل دیکھتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح خود اپنی انسانیّت کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس مسئلہ میں مطلق شبہ نہیں رہتا۔ مثلاً جب وہ کہتا ہے۔ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔ تو کیا یہاں یہ مراد ہے۔ کہ خدا ابن خدا باپ سے کمتر ہے۔ اور جب مسیح دعائیں کرتا ہے۔ تو گیا خدا۔ خدا سے دعائیں مانگتا تھا۔ اور جب وہ کہتا ہے کہ اس گھڑی کو بجز باپ کے کوئی نہیں جانتا۔ یعنی قیامت کی گھڑی کو۔ متی ۲۴/۳۶ اور جب کہتا ہے۔ کہ ایسے مراتب باپ کی طرف سے عطا کیئے جاتے ہیں۔ یہ میرا کام نہیں متی ۲۰/۲۰۔ تو کیا اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ان دنوں میں ایک خدا معطل اور بیکار تھا۔

گناہ اور ولادت بے پدر

اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ یسوع مسیح واقعی بے گناہ تھے۔ تو بھی وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ فرشتے بھی بے گناہ ہیں۔ آدم کم از کم وقت پیدائیش بے گناہ تھا۔ تو محض بے گناہ ہونے کی وجہ سے آدم یا فرشتے خدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

عام طور پر عیسائی لوگ اُلوہیت مسیح کے واسطے تولّد بے پدر کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اور ضربتہ عیسوی کتاب کی یہ عبارت زبانی یاد کر کے سنا دیا کرتے ہیں۔ کہ تکوین جنس اور ترقیٔ جنس دو اصول کے ماتحت تمام مخلوقات پیدا ہوئی۔ اب مسیح جو ترقیٔ جنس کے باہر بے پدر مولود ہے۔ وہ کیوں۔ اس راز کا ماہر اور لم کیا ہے۔ کیوں استقراءِ فطرت کو توڑا۔ اسکی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہ نیچر کا مہمل کھیل تھا۔ ضربتہ عیسوی صفحہ ۵۹ و ۶۰۔

پس اب ہم اس دلیل یا اعتراض کا بوجھ بجنسہ مصنّف ضربتہ عیسوی یا دوسری عیسائیوں کے سر پر رکھدیتے ہیں۔ کہ ملک صدق جس کا ذکر عبرانی ۷ میں ہے۔ وہ کس قانون یعنی تکوین جنس یا ترقیٔ جنس کے ماتحت پیدا ہوا۔ اسلام کو اس سرّ اور لم کی ضرورت نہ تھی۔ کہ وہ بیان کرے۔ مسیح کس قانون کے ماتحت پیدا ہوا۔ مگر عیسائیت کو اب ملک صدق جو خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔ اور خدا کا بیٹا سردار کاہن ہونے میں ملک صدق کے مشابہ ٹھہرا اسکی اشد ضرورت ہے۔ کہ وہ ثابت کرے۔ ملک صدق کس قانون کے ماتحت پیدا ہوا۔ اور مصنّف ضربتہ عیسوی نے جو صفحہ ۶۱ و ۶۲ میں یہ لکھا ہے۔ کہ پہلا آدم مسیح کی نظیر نہیں ہو سکتا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ نہ ہو۔ مگر مسیح سے ملک صدق اعلیٰ تھا۔ کیونکہ پہلا آدم اگر خاک سے بنائے جانے کے باعث مسیح سے حقیر تھا۔ تو پھر ملک صدق بوجہ رحم میں نہ آنے کے مسیح سے اولیٰ تر ہوا۔ پس کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ مسیح اگر خدا تھا تو ملک صدق خدا نہیں ہو سکتا۔

آمدم برسرِ مطلب۔ اگرچہ ابطال اُلوہیت مسیح کیواسطے نہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں دلائل خود بائبل سے ہی پیش کیے جا سکتے ہیں۔ مگر ہم نے صرف چند دلائل پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ اور اگر کوئی عیسائی جرأت کرے۔ کہ ہمارے ان دلائل کا جواب لکھے۔ تو پھر اور بھی پیش کیے جائینگے۔ (مگر اتنی بڑی جرأت کہاں سے آئیگی) تاہم ان چند دلائل سے یہ بخوبی سمجھا

جا سکتا ہے۔ کہ مسیح خدا نہ تھا۔ اور اگرچہ کفّارہ کی تردید ایک حد تک صرف انہی چند دلائل کی رو سے ہو گئی۔ مگر ہم اپنے دوستوں کی خاطر اسے پورا نباہتے ہیں۔ تا وہ غور کریں۔

ادم سے مسیح تک کسی کو کفّارہ نہ تھا

اب یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ کیا آج سے یکم انیس سو چودہ ۱۹۱۴ء برس ہی گذری۔ جب خدا نے یہ کفّارہ جیسا آسان طریق رائج کیا۔ یا اس سے پہلے بھی لوگ اس سے مستفید ہو چکے تھے۔ اگر غور کیا جائے۔ تو صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ اس سے پہلے کفّارہ کسی کو فائدہ نہ دے سکا۔ اگر ہم بقول نصاریٰ مان لیں۔ کہ گناہ کا وجود آدم سے دنیا میں آیا۔ اور آدم و حوّا اور سانپ ہر ثلاثہ گنہگاران نے اوّل گناہ کیا۔ تو یہ بھی کہنا پڑیگا کہ پھر ان تینوں کو سزا بھی ہوئی۔ اور عورت بھی جسکی نسل سے مسیح نے پیدا ہونا تھا۔ دردِ زہ کی سزا سے نہ بچ سکی چنانچہ مفصل دیکھو پیدائش ۳/۱

پھر اسکے بعد ہابیل قابیل کے قصہ پر غور کرو۔ کہ ہابیل مقتول کے سبب قابیل لعنتی ہُوا۔ پیدائش ۴/۱تا۱۲ - اور اسجگہ بھی کوئی کفّارہ ملعون قاہن کو مبارک نہ بنا سکا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ نوح کا طوفان بباعثِ گناہ انسانان آیا۔ پیدائش ۶/۱۳ پس اب بھی نہ تو کوئی کفارہ کام آیا۔ اور نہ نوح نے کوئی تعلیم دربارہ کفّارہ سکھلائی۔ پھر ابراہیم کیوں صادق ٹھہرا۔ اور یہ مسلّمہ امر ہے۔ کہ ابراہیم صرف ایمان کے سبب راستباز ٹھہرا۔ پیدائش ۱۵/۵ اب پیدایش میں یہ نہیں لکھا ہے کہ ابراہیم یسوع مسیح کے کفّارہ پر بالغیب ایمان لانیکی وجہ سے راستباز ٹھہرایا گیا۔ پھر پیدائش ۱۷/۹ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابراہیم اور نسلِ ابراہیم سے ظاہری شریعت کا عہد لیا گیا۔ نہ کہ کفّارہ کا عہد۔ پس اگر اولاد ابراہیم سے جس نے آخر کفّارہ پر ایمان لانا تھا۔ ظاہری شریعت کے عہد کے بدلے کفّارہ کا عہد لیا جاتا۔ تو بہت مناسب اور صحیح تھا تا آئندہ آنیوالی نسلوں کے واسطے راستہ صاف ہو جاتا۔

پھر تعجّب آتا ہے۔ جبکہ عیسائیوں کے مُنہ سے یہ کلمات سُنتے ہیں۔ کہ صرف کفّارے کے رو سے خدا عادل اور رحیم ہو سکتا ہے۔ یعنی رحم یہ کیا۔ کہ اکلوتا بیٹا بخشا۔ تا جو کوئی اسپر ایمان لاوے ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاوے۔ اور عدل یہ کیا۔ کہ ہماری سزا کے بدلے یسوع مسیح اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب کے درد۔ اور دُکھ پُہنچا کر ہمیں نجات دی۔ یعنی سزا

بھی ہو گئی جسکے وسیلے عدل ہو گیا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ عیسائی اسجگہ ایک بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔ وہ اگر کتاب پیدایش میں ابراہیم کی دعا ہی پڑھ لیتے۔ تو معلوم ہو جاتا۔ کہ بد کے عوض خدا صادق کو نہیں مار یگا۔ پیدایش ۱۸/۲۳ پس یہ کس طرح کا عدل ہے۔ کہ یسوع مسیح جو صادق اور بے گناہ تھا۔ گنہگاروں کے بدلے مارا جاتا۔ سراسر یہ عدل کے خلاف ہے۔ جبکہ دنیا کی سلطنتیں ؞ ایسا نہیں کرتیں۔ تو چہ جائیکہ خدا جیسی اعلیٰ ہستی ایسا کرے۔

موسیٰ کی شفاعت

پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ جب فرعون کو بوجہ نافرمانبرداری کے مینڈکوں کی کثرت کی سزا خدائے تعالیٰ نے دی۔ اور پھر موسیٰ کی سفارش سے فرعون اور اسکے پیرووں کو نجات ہوئی۔ خروج ۸۔ تو ہمارے دل میں خواہ مخواہ خیال آتا ہے کہ یہاں تو موسیٰ کے کفارہ ہونے کے بغیر ہی موسیٰ کی شفاعت بجا سمجھ کر خدا نے آرام بخش دیا۔ پھر بارِ دگر اولے اور گرجنا بھی فرعون سے موسیٰ کی شفاعت سے دور ہوئی خروج ۹/۱۳ تا آخر

پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل کے گناہ موسیٰ کی شفاعت سے دور ہوئے گنتی ۱۴/۱۱ تا ۲۰ پھر بنی اسرائیل جن کی شریعت میں سب سے پہلا اور محکم حکم یہی تھا۔ کہ بُت پرستی نہ کریں۔ جب وہ موسیٰ کی عدم موجودگی میں گوسالہ کی پرستش کرتے رہے۔ تو باوجودیکہ خدا کی نظر میں اسرائیلی مغضوب ہو گئے تھے۔ مگر خدا نے موسیٰ کی شفاعت سے یہ بہت بُرا گناہ بھی بنی اسرائیل کو بخشدیا۔ استثنا ۹/۷ تا ۲۱۔

پس اب کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ موسیٰ کے وقت میں بھی خدا نے اسی طرح رحم اور عدل کو یکجا کیا تھا۔ جیسا کہ نصاریٰ کو آجکل دعویٰ ہے۔

بیجا کفارہ

اب جبکہ یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ آدم سے لیکر موسیٰ تک تو خدا بغیر کفارہ کے عادل بھی تھا۔ اور رحیم بھی تھا۔ اور صرف اپنے رحم سے گناہ بخشا کرتا تھا۔ تو پھر نہیں معلوم کہ کفارہ کی بعد میں کیوں ضرورت پڑی۔ اور جب موسیٰ کے بعد

؞ ہماری مراد یہاں اپنی گورنمنٹ انگلشیہ سے ہے۔ جو تمام دنیا میں اول درجہ کی عادل منصف۔ رحیم اور منتظم ہے دوسری گورنمنٹوں کو اگر وہ ایسا نہیں کرتی ہیں۔ تو ہم ان صفات سے موصوف نہیں کر سکتے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library

کے دیگر نبیوں کے حالات بھی ہم پڑھتے ہیں۔ تو بھی نظر آتا ہے۔ کہ خدا ہمیشہ سے اپنے رحم سے ہی گناہ بخشتا رہا ہے۔ نہ کہ کفارہ کی وجہ سے۔ تو اور بھی تسلّی اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ کہ یہ مسئلہ قدیمی نہیں۔ اور نہ خدا کا رائج کردہ ہے۔ چنانچہ اگر تواریخ کی کتاب ہی پڑھیں۔ تو خدا کا سلیمان سے خطاب کرنا۔ یہ بات یاد دلاتا ہے۔ کہ خدا کہتا ہے۔ لوگ توبہ کریں۔ تو خطائیں بخشوں گا۔ تواریخ نمبر۲ $\frac{۷}{۱۴}$ ۔ اور پھر زبور تو بھری پڑی ہے۔ چنانچہ خدا نے داؤد کے گناہ بخشے زبور $\frac{۳۲}{۵}$ ۔ اور لکھا ہے۔ کہ خداوند رحیم ہے۔ جو خطا کو بخشتا ہے۔ زبور $\frac{۱۸}{۲۷}$ پھر صاحب زبور کہتا ہے۔ کہ گناہ کے حساب کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ مگر خدا مغفرت سے بخشتا ہے۔ زبور $\frac{۱۳۰}{۱ تا ۷}$

پھر ایک دوسرے صحیفے میں لکھا ہے۔ شریر راستہ کو ترک کرے۔ بدکردار خدا کی طرف پھرے۔ کہ خدا اس پر رحمت کرے گا۔ اور کثرت سے معاف کرے گا۔ یسعیاہ $\frac{۵۵}{۷}$ ۔ اور میکاہ میں لکھا ہے۔ اے اسرائیل برگشتہ۔ آؤ۔ میں آگے کو تمھیں نہ گھُورُونگا۔ کیونکہ میں رحیم ہوں۔ میکاہ $\frac{۳}{۱۲}$ پھر دوسری جگہ لکھا ہے۔ خدا سا کون ہے۔ جو بدکار کو معاف کرتا ہے وہ اپنا غصہ ہمیشہ تک نہیں رکھ چھوڑتا۔ کیونکہ رحم کرنے سے بہت خوش ہوتا ہے۔ میکاہ $\frac{۷}{۱۸}$ ۔

پس جس طرح موسیٰ کے زمانہ تک خدا کا گناہ معاف کرنے میں یہی دستور العمل رہا۔ کہ وہ اپنے رحم سے گنہگاروں کے گناہ بخشتا آیا ہے۔ اسی طرح موسیٰ کے زمانہ کے بعد بھی خدا کا یہی دستور العمل رہا ہے۔ مگر بعد میں کفارہ کی ضرورت پیش آ گئی۔ تعجب! تعجب!!

مسیح

اب جیسا کہ ناظرین پر یہ امر بخوبی روشن ہو چکا ہے۔ کہ قبل از مسیح تو کوئی کفارہ خدا نے مقرر نہیں کیا تھا۔ پھر مسیح کی آمد کے وقت یہ مسئلہ رائج ہُوا۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ یسوع تیس برس تک تو صرف مظہر اللہ تھا۔ اور عیسائی اسکو تسلیم کرتے ہیں (تمام انسان مظہر اللہ ہیں) مگر پھر جب یسوع تیس برس کا ہُوا۔ تو یوحنا سے اصطباغ حاصل کر چکنے کے بعد پھر اس نے منادی کرنی شروع کی۔ اور یہ کہنا شروع کیا۔ کہ توبہ کرو۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی۔ متی $\frac{۴}{۱۷}$ ۔ تو اس وقت وہ کس توبہ کی طرف بلاتا تھا۔

کفارہ تو ہوُا نہ تھا۔ اگرچہ بقول نصاریٰ اوّل سے یہ مقدر تھا۔ مگر عملاً ظہور پذیر نہیں ہوُا تھا اور نہ یسوع نے بھی چھوٹتے ہی یہ کہنا شروع کیا۔ کہ توبہ کرو۔ مَیں کفارہ ہونے کو آگیا۔ میرے پیچھے آؤ۔ اور میرے کفّارہ پر ایمان لاؤ۔ بلکہ اس نے تو پُرانا لفظ جو سابقہ انبیاء استعمال کر چکے تھے۔ استعمال کیا۔ اور یہ کہا۔ کہ توبہ کرو۔ پس پھر کیا کہیں۔ قبل از مصلوب ہونے کے جو اسپر ایمان لائے۔ انکے گناہ کس طرح زائل ہوئے۔ یاد رہے۔ کہ اوائل میں ہی یسوع نے یہ پہلے شاگردوں کو کبھی نہیں سنایا۔ کہ مَیں یروشلم جاتا ہوں۔ وہاں مارا جاؤنگا۔ بلکہ بہت پیچھے یہ کہا ہے۔ تو پس سوال یہی ہے۔ کہ پہلے پہل جو ایمان لائے۔ ان کے گناہ کونسے کفارے سے زائل ہوئے۔ اور نیز یہ امر یاد رہے۔ کہ جب یسوع مصلوب ہوُا۔ تو شاگردوں پر بڑا ابتلا آیا۔ تو پھر کیا شاگرد یہ کفّارہ کی تعلیم خود یسوع سے نہ سُن چکے تھے۔ اگر سُن چکے تھے۔ پھر غمگین کیوں ہوئے۔ اگرچہ انجیل متی میں بھی پطرس اور یسوع کی گفتگو سے یہ امر عیاں ہوتا ہے۔ مگر مفصل دیکھو۔ کلیسیا کی تواریخ۔ بزبان رومن صفحہ ۸۔ کیا کوئی عالم عیسائی ہمارے اس سوال کا تسلّی بخش جواب دیگا۔ (مگر امید نہیں۔ جواب بھی کچھ نہیں)

مسیح کی اصلی تعلیم

مگر یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اناجیل میں یسوع مسیح کی اصلی اپنی تعلیم دیکھتے ہیں۔ چنانچہ صاف لکھا ہے۔ کہ توریت اور انبیاء کی کتابوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور جو عمل نہ کریگا۔ خدا کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔ متی ۱۹/۵ پھر جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ موجودہ عیسائی جو زبان سے تو تورات اور صحف الانبیاء کو مانتے ہیں۔ مگر عملاً اسکی پرواہ نہیں کرتے۔ اور شریعت کی کسی ظاہری رسم کو ادا نہیں کرتے۔ تو اور بھی تعجب بڑھتا ہے۔ چنانچہ نہ تو کوئی نذر گذرانتے ہیں۔ نہ کچھ علمائے یہود سے جو موسیٰ کی گدی پر ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ حالانکہ مسیح نے خود ایک بیمار کو اچھا کر دینے کے بعد یہ کہا۔ کہ جا ہیکل میں نذر گذران۔ اور اپنے تئیں علمائے یہود کو دکھلا۔ متی ۸/۴

پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بھائی کو گناہ معاف کرنے سے خدا بھی گناہ معاف کرتا ہے۔ متی ۱۵/۶ تو پھر سوال یہ پیدا ہوُا۔ یسوع کا کفّارہ کیا ہوُا۔ اور ایک دوسری جگہ یسوع مسیح خود کہتا ہے

کہ بُرا آدمی اچھے کام نہیں کر سکتا۔ جو مجھے اے خداوند۔ اے خداوند کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک تو آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔ بلکہ وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ متی ۷/۲۱ اب جائے غور ہے۔ کہ پھر کفّارہ کیا ہُوا۔ اب آسمانی باپ تو یہی چاہتا ہے۔ کہ نیکی اور پاکیزگی سے زندگی بسر کرو۔ گناہ نہ کرو۔ ورنہ جہنّم میں جاؤ گے۔ اور کہتا ہے۔ کہ خونی اور زانی جہنمی ہیں۔ متی ۲۱/۵ تا ۳۱ تو پھر کس طرح مسیح کی موت سے لوگوں کے گناہ زائل ہوئے۔

پھر تمام پہاڑی وعظ کفّارہ کے خلاف اور عمل سے نیکی حاصل کرنے کی طرف راغب کرتا ہے اور اسی طرح اگر بغور دیکھا جائے۔ تو بہت سے ابواب و آیات کی رو سے کفّارہ کوئی چیز نہیں چنانچہ دیکھو۔ لوقا ۶/۴ و ۱۳/۲۵ روم ۲/۳ یعقوب ۱/۲۲ اقر ۱۳/۲ ۲ تمط ۲/۱۴ تا ۲۶۔

اسی طرح اگر اور بھی بغور معالعہ کیا جائے۔ تو یسوع مسیح کی تعلیم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زید اپنے سر پر پتھر مارے۔ تو بکر کا اس سے درد سر نہیں جا سکتا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یسوع نے خود ایک متلاشی کو کہا۔ کہ اگر تو زندگی میں داخل ہُوا چاہتا ہے۔ تو حکموں پر عمل کر۔ متی ۱۹/۱۸ پھر نہیں معلوم۔ یہاں پر اس نے کیوں نہ کہا کہ بس میرا کفّارہ کافی ہے۔ پھر اس کے سوا اور بھی دیکھو۔ متی ۱۰/۳۸ و ۱۵/۱۸ و ۱۸/۳۵ و ۱۴/۱ تا آخر غرضیکہ صرف نئے عہد نامہ ہی سے یہ بات بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ کہ کفّارہ کچھ نہیں کر سکتا خود نیک بنو۔ تو خدا کی بخشش پاؤ گے۔

مسیحؑ مرنا نہیں چاہتا تھا

پھر جب موجودہ اناجیل کو پڑھتے ہیں۔ اور غور کرتے ہیں۔ کہ بے شک یسوع ہماری طرح کا ہی متحرک بالارادت انسان تھا۔ ہماری طرح ذی روح تھا۔ اور پھر جب بالکل کفّارہ کا پردہ اُٹھا کر ہم یسوع مسیح کے دل کی حالت کو جو اس دردناک حادثہ صلیب کے واقع ہونے سے پہلے تھی۔ محسوس کرتے ہیں۔ تو اور بھی میدان صفاچٹ ہو جاتا ہے۔ یعنی جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی جان کو عزیز رکھتا تھا۔ اور ہر طرح سے کوشاں و ساعی تھا۔ کہ کسی طرح میری جان ان یہود ملعون کے گروہ کے ہاتھ سے بچ جاوے۔ اور اپنی حفاظت کرتا تھا۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اگرچہ وہ راضی برضا تھا۔ الّا اپنی حفاظت ضرور

کرتا تھا۔ چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک موقع پر یہودیوں نے اس کے مارنے کے واسطے پتھر اٹھائے۔ مگر یسوع پوشیدہ ہو کر ہیکل سے نکل گیا یوحنا ۸/۵۹ تو ہمیں اناجیل بتلاتی ہیں۔ کہ در اصل وہ مرنے پر راضی نہ تھا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب اس کا وقت قریب پہنچا۔ اور آخری فسح شاگردوں کے ساتھ کھانے لگا تو کھاتے وقت اس نے اپنی اس آنیوالی دردناک مصیبت کا تذکرہ کیا۔ (اور اس سے پہلے بھی کئی دفعہ مغموم ہو چکا تھا) اور کہا۔ کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائیگا۔ اور پھر کہا۔ کہ ابن آدم تو جیسا اس کے حق میں ہے۔ جاتا ہی ہے۔ لیکن اس آدمی پر افسوس ہے۔ جس کے وسیلے سے ابن آدم پکڑوایا جاتا ہے۔ اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا۔ تو اسکے واسطے اچھا ہوتا متی ۲۶/۲۴ جائے غور ہے۔ کہ یسوع جیسا حلیم اور صابر بھی اپنے احساس اور جذبات کی وجہ سے اپنے گرفتار کرانیوالے کو ملزم قرار دیتا ہے۔ پس سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر بقول نصاریٰ ازل سے یہ مقدر تھا۔ تو پھر آخر کسی نے پکڑوانا تھا۔ خدا بیٹے نے اپنے پکڑوانے والے کو کیوں ملزم ٹھہرایا۔ نہیں بات ایمان کی یہی ہے۔ کہ جیسے اور انبیاء علیہم السلام جان کو عزیز رکھتے تھے وہ بھی اپنی جان کو عزیز رکھتا تھا۔ اور جبھی وہ اپنے پکڑوانیوالے پر افسوس کرتا ہے۔

پھر دیکھو۔ یسوع یہودیوں سے انبیاء کے قتل کا کس طرح تذکرہ کرتا ہے۔ کہتا ہے اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس۔ کیونکہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو۔ اور کہتے ہو۔ اگر ہم اپنے باپ دادوں کے زمانے میں ہوتے تو نبیوں کے خون میں انکے شریک نہ ہوتے۔ اس طرح تم اپنی نسبت گواہی دیتے ہو۔ کہ ہم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہیں۔ غرض اپنے باپ دادا کا پیمانہ بھر دو متی ۲۳/۲۹ تا ۳۶۔ یہاں پر یسوع مسیح صاف کہتا ہے۔ کہ انبیاء کے تم (یہود) قاتل ہو۔ اور یہ بہت برا کام ہے۔ اور وہ کہتا ہے یہی پیمانہ مجھے بھر دو۔ خدا تم سے ضرور ہی بدلہ لے گا۔ آیت ۳۶

پھر نہیں معلوم۔ اگر یسوع کا مصلوب ہونا کفارہ ہوتا۔ اور راہ نجات کی تیاری صرف صلیب پر جان دینے سے تھی۔ تو وہ کیوں یہود کو ملزم قرار دیتا۔ وہ کیوں انسے خوش نہیں ہوتا پس بتاؤ۔ یسوع کیوں کہتا ہے۔ کہ روح تو مستعد ہے۔ مگر جسم کمزور ہے متی ۲۶/۴۱ کیا کمزور جسم والا

آدمی کامل انسان کہلوا سکتا ہے۔ چہ جائیکہ۔ کامل خدا بھی ہو۔

یسوع کی دعا

پھر جب ہم پڑھتے ہیں "اور پطرس اور زبدی کے دو بیٹوں کو ساتھ لیکر غمگین اور بے قرار ہونے لگا۔ اسوقت انسے کہا۔ میری جان نہایت غمگین ہے۔ یہانتک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ تم یہاں ٹھہرو۔ اور میرے ساتھ جاگتے رہو۔ پھر تھوڑا بڑھ کر منہ کے بل گرا۔ اور یہ دعا مانگی۔ کہ اے باپ۔ اگر ہوسکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جاوے۔ تاہم میری نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو" متی ۲۶/۳۷ تا ۴۴ اور پھر دوبارہ یہی دعا مانگی۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ باوجودیکہ یسوع کامل انسان اور کامل خدا تھا۔ پھر کیوں اس مصلوب ہونیکے حادثہ کے خیال سے وہ اسقدر غمگین اور مغموم و محزون ہوتا تھا۔ اور جبکہ جانتا تھا۔ کہ تمام گنہگاروں کے لیئے بچاؤ کا راستہ صرف یہی ہے۔ کہ مَیں مصلوب ہو جاؤں۔

کیا ہم نہیں دیکھتے۔ کہ آجکل بھی سینکڑوں آدمی سولی دیئے جاتے ہیں۔ اور اسوقت بھی اسکے ساتھ اور اس سے پہلے کئی انسان مصلوب ہوئے۔ کیا وہ ایسے ہی غمگین ہوتے تھے۔ کیا دنیا میں ہزاروں انسان ایسے نہیں گذرے جنہوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ موت کو قبول کیا۔ پھر چہ جائیکہ۔ یسوع کامل انسان اور کامل خدا تھا۔ اور جو صرف اسی واسطے مجسم ہُوا تھا بلاضرورت دعائیں کرتا۔ کیا کوئی عاقل بلاضرورت کوئی دعا یا کام کرتا ہے۔ اس موقعہ پر ہمیں عیسائیوں کا ایک جواب یاد آگیا۔ چنانچہ وہ ضربتہ عیسوی کے صفحہ ۱۳۰ سے یہ عبارت زبانی یاد کر لیتے ہیں۔ کہ اگر کسی شخص کے اوپر کوئی بوجھ آپڑے اور وہ اس سے بچنے کا خواستگار ہو۔ تو دو طریق سے غرض قبول کیجا سکتی ہے۔ یا تو بوجھ ہلکا کر دیا جاوے۔ یا اسکے برداشت کرنیکے لیئے کافی زور اور صبر اسکو عطا کیا جاوے۔ مسیح نے موت کے دردوں سے بچنا چاہا۔ اور خدا کی مرضی کو اپنی سپہر ٹھہرایا۔ پس خدا نے روحانی انتظام کر دیا اور ابھی آپ دعا کر ہی رہے تھے۔ کہ آسمان سے ایک فرشتہ اسکو دکھائی دیا۔ جو اسے تقویت دیتا تھا۔ لوقا ۲۲/۴۴۔ اول تو یہ بات قابلِ غور ہے۔ کہ اکبر مسیح مصنف ضربتہ عیسوی تثلیثی نہ تھا۔ بلکہ یونی ٹے ری اَن تھا۔ پھر کچھ حق نہ تھا۔ وہ اسکا جواب دیتا۔ کیونکہ یہ اعتراض صرف اُلوہیت مسیح کے ردّ کے واسطے ہے۔ پھر چہ جائیکہ تثلیثی لوگ یہی جواب پیش کریں۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ بقول مسٹر اکبر مسیح وہ اگر درد مصیبت

سے بچنے کا خواستگار ہوا۔ تو کیوں اس نے ایسی درخواست گذرانی۔ بقول تثلیثی گروہ کے باپ تو اکیلا خدا نہیں۔ کیونکہ تثلیثی اکیلے باپ کو بھی خدا نہیں جانتے۔ بلکہ ہر ثلاثہ اقانیم کے مجموعہ کا نام خدا ہے۔ دیکھو تشریح التثلیث مصنفہ پادری ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب ایم۔ اے صفحہ ۸۶۔ پھر اسکی درخواست دو طرح سے قبول کیجا سکتی ہے۔ کس کی درخواست۔ یسوع مسیح کی درخواست کو قبول کرنیوالا کون ہے۔ کیا باپ۔ جو بقول پادری ٹامس صاحب اکیلا خدا نہیں۔ اور نیز یسوع تو خود خدا تھا۔ پھر کیوں اور کس سے یہ دعا مانگی۔ پھر بقول مسٹر اکبر مسیح روحانی انتظام کس نے کیا۔ کیا بقول تثلیثیوں کے وہ خود روحانی انتظام نہ کرسکتا تھا۔ پھر فرشتہ کیا چیز ہے۔ جو اسے تسلّی یا تقویت دے سکتا تھا۔ بلکہ وہ تو خود اسکی اُلوہیت تھی جسکی وسیلے وہ یہ بوجھ اُٹھا سکتا تھا۔ کیا ہم امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ کوئی تثلیث کا معتقد عالم ہمارے اس اعتراض کا معقول جواب دے سکے گا۔

پھر ایک اور سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ جب وہ مصلوب ہونیکو صلیب پر تھا۔ تو اسوقت وہ خدا تھا یا نہیں۔ جب اس نے ایلی ایلی لما سبقتانی کہا۔ اسوقت تثلیث کا اقنوم ثانی تھا یا کہ نہیں۔ کیوں ایلی ایلی لما سبقتانی کہا۔

افسوس ہے۔ کہ اسجگہ بھی تثلیث کے مدعی ضربۃ عیسوی والا جواب پیش کرتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ یونیٹیرین اور تثلیث کے مدعیوں میں ہزار ہا کوس کا فرق ہے۔ یہ اعتراض تو صرف اُلوہیت مسیح پر ہے۔ اور کفارہ اسکے جز و اعظم پر۔ اور یاد رہے۔ کہ یونیٹیرین بقول تثلیثی علماء کے کفارہ کے بھی قائل نہیں۔ وہ اُلوہیت مسیح اور کفارہ ہر دو مسائل سے منکر ہیں تشریح التثلیث صفحہ ۸ و ۹۔ ملاحظہ ہو۔

بھلا اگر ہم اکبر مسیح صاحب کے جواب کو پرکھیں۔ تو بھی مطلب حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ بالفرض اگر بقول مسٹر اکبر مسیح یہ داؤد کی بائیسویں زبور کا مطلع ہی۔ جو ایماندار لوگ بوقت مصیبت کے پڑھا کرتے ہیں۔ تو کیا استفنس شہید نے بھی یہ پڑھا تھا۔ اور اعمال میں جہاں اس شہید کے تمام مصائب و آلام کا مفصل ذکر ہے۔ یہ تو نہیں لکھا کہ اس نے بھی اپنے اُستاد کی سُنّت پر عمل کیا۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتانی تو کیا اس شہید سے بڑھکر اور کون ایماندار کہلوا سکتا ہی۔ کیا صرف مسیح اور وہ بھی اسلیئے تا اعتراض وارد نہ ہو۔ مطلب پرستی اسی کا نام ہے مفصل دیکھو

اعمال ۵۴/۷

پھر طرفہ یہ کہ اکبر مسیح صاحب نے صرف داؤد کی بائیسویں زبور کا پہلا مطلع ہی سُنا دیا۔ اگر وہ ذرا آگے پڑھتے۔ تو صاف معلوم ہو جاتا۔ کہ یسوع کو صلیب سے زندہ اُترنا چاہیئے۔ ہم بقول مسٹر اکبر مسیح اس بات کو تسلیم کرتی ہیں۔ کہ ساری بائیسویں زبور حضرت مسیح کے ہی حسب حال ہے۔ اور اسمیں حضرت مسیح کے دردوں کا نقشہ کھینچا ہُوا ہے۔ وہ سراسر آپ ہی کے حسب حال تھی۔ اور اسوقت آپنے اسکو پڑھنا شروع کیا تھا ضربتہ عیسوی صفحہ ۱۳۱

مگر سوال یہ ہے۔ کہ اگر یہ زبور سراسر حضرت مسیح کے ہی حسب حال ہے۔ تو اس زبور سے تو پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُترا۔ اور اپنے دشمنوں کے سامنے شرمندہ نہ ہُوا۔ چنانچہ ذیل کی آیات پر نظر کرنیسے صاف اور سیدھا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ ہماری باپ دادوں نے تجھ پر توکّل کیا۔ اور تُو نے انہیں چھڑایا۔ انہوں نے تجھ سے فریاد کی۔ اور رہائی پائی۔ انہوں نے تجھ پر بھروسہ کیا۔ اور وہ شرمندہ نہ ہوئے۔ زبور $\frac{۲۲}{۴ تا ۶}$

اب ان آیات سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا پر توکّل کرنیوالوں اور بھروسہ رکھنے والوں اور فریاد سُنانے والوں اسرائیلیوں کو خدا نے ہر طرح کے دُکھ درد سے رہائی بخشی۔ اور اپنے دشمنوں اور بُرا چاہنے والوں کے سامنے وہ شرمندہ نہ ہوئے۔ تو کیا بقول نصاریٰ یسوع مسیح ان تمام اسرائیل کے گروہ سے بزرگ نہ تھا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اسکی یہ دعا۔ اے باپ اگر ہو سکے۔ تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجاوے۔ متی $\frac{۲۶}{۳۹}$ قبول نہ ہوتی۔ یقیناً سمجھو کہ اسکی یہ دعا قبول ہو گئی۔ اور خدائے تعالیٰ نے ایسے وسائل بہم پہنچائے۔ جن سے وہ زندہ صلیب سے اُترا۔

پھر آگے دیکھو۔ پر تُو اے خداوند۔ دُور مت رہ۔ اے میری توانائی جلد میری مدد کے لئے آ۔ میری جان کو بچا۔ دوسری میں ہے۔ اس نے دردمند کے درد کی تحقیر نہ کی۔ نہ اس سے اسے نفرت آئی۔ نہ اس سے اپنا مُنہ پھیر لیا۔ بلکہ جب اس نے اسے پکارا۔ اس نے جواب دیا۔ زبور $\frac{۲۲}{۱۹ تا ۲۴}$

دیکھو۔ اور غور کرو۔ یہاں پر صاف مسیح کے زندہ اُتر آنیکا نقشہ کھینچا ہُوا ہے۔ اور نبی نے خود پیشگوئی کر دی ہے۔ کہ اس کی دعا کا جواب دیا گیا۔ اسکی تحقیر نہیں ہوئی۔ اب اکبر مسیح صاحب کا یہ کہنا۔ کہ دو طرح سے درخواست قبول کیجاتی ہے۔ یا تو بوجھ ہلکا کر دیا جاوے۔ یا اس کے برداشت کرنیکے لیئے کافی زور اور صبر اسکو عطا کیا جاوے۔ ضربتہ عیسوی صفحہ ۱۳۰۔ کسقدر بے معنی ہو جاتا ہے۔ جب ہم اسکے مُنہ سے یہ الفاظ سُنتے ہیں۔ کہ یسوع صلیب پر مر گیا۔ پھر مسیح کی یہ درخواست۔ کہ اے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹلجاوے۔ کہاں جائیگی۔ کیونکہ اسکی یہ تفسیر تو نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ زور طلب کرتا تھا۔ اگر زور طلب کرتا تھا۔ تو

اس سے پہلے کمزور تھا - اور پھر اس طرح کیوں نہ کہا - کہ مجھے اسکے برداشت کرنیکی طاقت عنایت کر - بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے - کہ مجھ سے یہ پیالہ ٹلجاوے - پس اب ہم اکبر مسیح پر اتمام حجت کرتے ہیں - کہ بقول پادری - ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب ایم - اے - آپ تو کفارہ کے منکر ہیں - پھر کیا وجہ ہوئی - کہ بقول آپکے وہ جو تمام انبیاء سے بلند درجہ والا اور برگزیدوں کا سرتاج تھا - اس کی دعا نہ سُنی جاتی - بلکہ اسجگہ اگر آپ کو بھی یہ مشکل پڑی - کہ آپ ایجابِ دعا کے دو طریق سمجھائیں - کیا اس سے پہلے خدا نے کئی انبیاء کو ایسے مصائب سے نجات نہیں بخشی - دانی ایل کا تذکرہ یاد کرو - پھر داؤد کو دشمنوں کے ہاتھ سے بچالیا - پھر جبکہ کفارہ کی ضرورت نہ تھی - کیوں اسکی یہ درخواست قبول نہ کیگئی - کہ وہ زندہ صلیب پر سے اُتر آتا - کیا کوئی ضربتہ عیسوی کا حامی اس کا جواب لکھیگا + پھر اگر یہ کہیں کہ کفارہ کی ضرورت تھی - تو بجز اُلوہیت مسیح کے قائل ہونیکے کفارہ باطل ہے - اور اسکے واسطے وہی پہلا اعتراض یاد رکھو - مسیح کامل خدا - کس خدا سے دعا مانگتا تھا - مگر نہیں - جب ہم اسی زبور کی آیت ۲۱ پڑھتے ہیں - اور بقول مسٹر اکبر مسیح کے جب ہمیں یہ یاد آتا ہے - کہ یہ زبور سراسر حضرت مسیح کے ہی حسب حال تھا - تو نتیجہ صاف عیاں ہو جاتا ہے - کہ وہ صلیب پر سے زندہ اُترا - چنانچہ لکھا ہے - میری وحیدہ کو کتے کے ہاتھ سے - ببر کے مُنہ سے - بھینسوں کے سینگوں سے - مجھے رہائی دے - میری سُن کے تُو نے مجھے بچایا ہے - زبور ۲۲/۲۱ - دیکھو - کیا صاف لکھا ہے - کہ تُو نے میری سُن لی کے بچایا ہے - اس سے زیادہ صاف نقشہ اور کس طرح کھینچا جا سکتا ہے - پس اگر بقول اکبر مسیح صاحب یہ زبور سراسر مسیح کے حسب حال ہے اور اس سے مراد داؤد اور مسیح دونوں ہیں - تو جس طرح داؤد دشمنوں کے ہاتھ سے بچ گیا - اسی طرح مسیح بھی بچ گیا - کیونکہ پیشگوئیوں کو یسوع مسیح پر لگاتے وقت یہی قاعدہ تو تم خود مدِ نظر رکھتے ہو - چنانچہ دیکھو - تُو میرا بیٹا ہے مَیں آج کے دن تجھ سے خوش ہُوا - زبور ۲/۶ تا ۸ پس جس قاعدہ کے ماتحت مذکورہ پیشگوئی کو آپ لوگ ہر دو انبیاء پر لگاتے ہیں - اسی قاعدہ کے ماتحت اور بقول مسٹر اکبر مسیح ہم یہ زبور کی آیت مسیح کے حسب حال سمجھکر زور سے کہتے ہیں - کہ اسی آیت کی رو سے مسیح صلیب پر نہیں مرا - بلکہ زندہ اُترا - اور اس کے دشمن شرمندہ ہوئے -

اسی طرح اگر بائبل کو بغور مطالعہ کیا جائے - تو بہت سی آیات ایسی ملتی ہیں - کہ جنکے رو سے مسیح صلیب پر سے زندہ اُترا - اور صلیب پر بحکم خدا وہ ہرگز نہیں مرا - مگر اسجگہ ہم صرف انہی چند سطور پر اکتفا کرتے ہیں - امید ہے کہ چند ماہ تک راقم مضمون ہذا ایک کتاب از روئے بائبل صرف اسی مضمون کی لکھے گا - انشاء اللہ تعالیٰ -

اخیر میں ایک اور بات یاد آگئی۔ کہ جب عیسائیوں کو پوچھا جائے۔ کہ از روئے کتاب استثنا باب ۲۱/۲۲ کے کاٹھ پر لٹکنے والا لعنتی ہوتا ہے۔ تو اسکا جواب بھی اکبر مسیح صاحب کی کتاب ضربتہ عیسوی سے رٹ کر سُنا دیا کرتے ہیں۔ اسلیئے ہم اس جواب کی بھی تردید کیئے دیتے ہیں:-

پس واضح ہو۔ اگر ہم ضربتہ عیسوی صفحہ ۱۲۷ کے تمام دلائل تسلیم کرلیں۔ تو بھی ہماری اس دلیل کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ اگر مسیح کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور نہ کسی گناہ کی پاداش میں اسے صلیب دیا گیا۔ تو پھر کیا قباحت لازم آئی۔ کہ مسیح اس فتویٰ سے بچ گیا۔ اگر مسیح نے بقول شما کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور صرف خلقت کے گناہوں کے بدلے صلیب دیا گیا۔ تو بھی وہ اس فتویٰ کے ماتحت آجاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی کے قرضہ٭ اُتارنے کیواسطے چوری کی۔ اور اُسے قید کی سزا ہوئی۔ اور چونکہ اس نے اپنی ضروریات کے واسطے چوری نہیں کی۔ بُرا آدمی نہیں کہلوا سکتا۔ ضرور کہلوا سکتا ہے۔ اکبر مسیح صاحب نے یہاں پر ہاتھ گھما کر ناک بتلائی ہے۔ مگر ہماری اس بات کی تو خود پولوس بھی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے۔ مسیح نے ہمارے لیئے لعنتی بنکر اور ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے گلتی ۳/۱۳ تا ۱۴

پس ہم کہتے ہیں۔ خواہ کسی طرح سے کیوں نہ ہو۔ لکڑی پر لٹک کر مر جانیوالا مسیح ضرور استثنا ۲۱/۲۲ کی رو سے لعنتی ہوا۔ اور اکبر مسیح نے جو حضرت میرزا صاحب کے اس قول کا کہ صلیب خدائے تعالیٰ کی طرف سے جرائم پیشہ کی موت کا ذریعہ ہے۔ پس جو شخص صلیب پر مر گیا۔ وہ مجرمانہ موت مرا۔ جو لعنتی ہے۔ جواب دینا چاہا ہے۔ اکبر مسیح کے اس جواب کا ردّ خود گلتی ۳/۱۴ نے کر دیا۔ اور صاف حوالہ بھی دیدیا۔ اور متوازی آیت بھی بتلادی۔ کہ بیشک وہ لعنتی ہوا۔ کیونکہ جو لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔ پس ہم پھر وہی کہتے ہیں۔ کہ حضرت میرزا صاحب کا یہ فرمانا کہ لعنت کا ایک مفہوم ہے۔ جو عیسیٰ مسیح جیسے برگزیدہ پر ایکدم کے لیئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور ناانصافی ہے۔ بالکل حق اور سچ ہے۔ کیا کوئی عیسائی جرأت کریگا۔ اور ہمارا جواب لکھیگا۔ تا ضربتہ عیسوی کی خراب حالت نہ ہو۔

٭ یہ قرضہ دینا۔ اور اپنی جان دینا۔ خدا کے حکم کے ماتحت اپنی جان انڈیلنا کفارہ کی تائید میں ایسی ہی مثال ایک انگریز پادری یعنی ریورنڈ ایف سی لانگ صاحب ایم۔ اے۔ پرنسپل مشن سکول پشاور میری طرف تحریر کرتے ہیں۔ اور مجھے سمجھاتے ہیں۔ کیا عجیب مثال ہے۔ منہ

گوشوارہ آمد و خرچ صیغہ جات بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۴ء صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور

تعلیم																					مستقل فنڈ		
فیس	ذخیرہ	عید فنڈ	ارضیات	صنعتی	[illegible]	میزان	بقایا تعلیم	میزان	عملہ	[illegible]	سامان	عملہ بورڈنگ ہاؤس	سامان بورڈنگ ہاؤس	[illegible]	[illegible]	صنعتی	ارضیات	[illegible]	میزان	باقی	آمد	بقایا	میزان
[illegible] ۲/	[illegible] ۲/	[illegible] ۷/	[illegible] ۳/۱۰	[illegible] ۰۲/	[illegible]	[illegible] ۱۲/	[illegible] ۱۱/	[illegible] ۷/	[illegible] ۷/	[illegible] ۱۱/	[illegible] ۰۷/	[illegible] ۱۱/	[illegible]	۱۵/	[illegible] ۱۴/	[illegible] ۱۵/	[illegible]	[illegible]	[illegible] ۱۰/	[illegible] ۰۵/	[illegible]	[illegible] ۰۲/	[illegible] ۰۲/

مدرسہ احمدیہ														تعمیر									
[illegible]	وظائف	ذخیرہ	شفوق	میزان	فاضل	عملہ	[illegible]	عملہ بورڈنگ	[illegible]	[illegible]	میزان	فاضل	ذخیرہ	[illegible]	شفوق	[illegible]	میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	فاضل	
[illegible] ۸/	[illegible]	[illegible] ۷/	[illegible] ۲/۲ پ	[illegible] ۱/۱ پ	[illegible] ۵/	[illegible] ۰۲/	[illegible] ۶/ پ	[illegible]	[illegible] ۳/	[illegible] ۱۳/	[illegible] ۴/	[illegible] ۸/۴ پ	[illegible] ۰۴/	[illegible] ۱۲/	[illegible] ۱۵/	[illegible] ۲/	[illegible] ۱۲/	[illegible]	[illegible]	[illegible] ۸/	[illegible] ۸/	[illegible] ۱/۲ پ	

اشاعت اسلام																			مساکین				
اعانت	اشتہارات	[illegible]	اردو	[illegible]	[illegible]	شفوق	[illegible]	میزان	بقایا	عملہ	[illegible]	اردو	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	میزان	باقی	ذخیرہ	[illegible]	میزان	بقایا	میزان کل
[illegible] ۶/ پ	[illegible]	[illegible] ۱۰/	[illegible] ۵/	[illegible] ۸/	[illegible] ۱۰/	[illegible] ۱۴/	[illegible] ۸/	[illegible] ۰۸/	[illegible] ۹/۸ پ	[illegible] ۱۴/	[illegible] ۴/	[illegible] ۴/	[illegible] ۰۴/	[illegible] ۹/	[illegible] ۱/	[illegible] ۱۱/	[illegible] ۸/	[illegible] ۸/	[illegible] ۱/۲ پ	[illegible] ۱۱/	[illegible]	[illegible] ۱۱/	[illegible] ۵/۱۵ پ	[illegible] ۳/۵ پ

بیت المال													زکوٰۃ						یتامیٰ					
لنگر	[illegible]	شفوق	میزان	فاضل	[illegible]	[illegible]	شفوق	خورد و نوش	[illegible]	[illegible]	میزان	فاضل	آمد	بقایا	میزان	شفوق	وظائف	میزان	باقی	ذخیرہ	بقایا	وظائف	[illegible]	میزان	فاضل
[illegible] ۹/ پ	[illegible]	[illegible] ۰۹/	[illegible] ۱۳/	[illegible] ۵/۱ پ	[illegible]	[illegible]	[illegible] ۰۲/	[illegible] ۰۵/	[illegible]	[illegible] ۹/	[illegible] ۱۰/	[illegible] ۱۰/۳ پ	[illegible] ۱۵/	[illegible] ۵/	[illegible] ۴/	[illegible] ۲/	[illegible] ۱۰/	[illegible] ۱۲/	[illegible] ۸/	[illegible] ۸/	[illegible] ۳/۵ پ	[illegible]	[illegible] ۱۴/	[illegible] ۱۴/	[illegible] ۹/۵ پ

تفصیل بقایا صیغہ جات یکم اکتوبر ۱۴ء	
تعلیم	۷۴۸۶-۵-۶
اشاعت	۱۷۷۴-۱۰-۲
مساکین	۳۰۶۳-۱۰-۵
زکوٰۃ	۴۱۶۴-۸-۰
بورڈران ہائی	۲۳۴۶-۳-۹
امانت اندرونی	۲۶۳۰-۵-۹
" بیرونی	۸۸۱-۱۲-۹
مقبرہ	۱۳۸۱-۸-۱
مستقل فنڈ	۳۹۱۴-۲-۶
میزان	۲۷۵۴۳-۲-۱۱
منہائی فاضل	۲۰۴۴۱-۳-۶
باقی	۷۱۰۱-۱۵-۵
منہائی پیشگی	۷۰۵۸-۱۳-۹
باقی نزد امین	۴۳-۱-۸

تفصیل فاضل صیغہ جات	
مدرسہ احمدیہ	۲۴۸۹-۸-۴
تعمیر	۵۳۹۴-۱-۲
بیت المال	۷۳۳۷-۱۰-۲
یتامیٰ	۱۹۵-۹-۵
متفرقات	۴۷۵۲-۱۰-۵
بورڈران احمدیہ	۲۷۱-۱۲-۰
میزان	۲۰۴۴۱-۳-۶

تفصیل پیشگی	
تعلیم	۶۶۳۰-۱۴-۹
بیت المال	۲۴۴-۰-۰
مقبرہ	۴۹۶-۵-۳
تعمیر	۳۱[illegible]-۱۵-۶
مدرسہ احمدیہ	۶۰۰-۰-۰
اشاعت اسلام	۳۰۰-۰-۰
متفرقات	۵۴۵-۰-۰
میزان	۷۰۵۸-۱۳-۵

خلیفہ رشید الدین	محمد اشرف
محاسب	ناظر

امانت اندرونی	متفرقات	بورڈران احمدیہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]

	اصلی	رعایتی		اصلی	رعایتی
خزینۃ المعارف حصہ اول اردو	۴ر	۲ر	قاعدہ سنسکرت مع اردو - ا صفحہ	۰ر	-ر
〃 〃 دوم 〃	۸ر	۴ر	مسک العارف عربی	۰۱ر	۱ر
خلافت راشدہ حصہ دوم 〃	۴ر	۳ر	رسالہ گوشت خوری اردو	۰۳ر	۰۱ر
دینیات کا رسالہ 〃	۱ر	۰ر	مکتوبات محمدیہ 〃	۴ر	۲ر
دعوت دہلی 〃	۰۱ر	ٹر	قصائد احمدیہ عربی	۶ر	۳ر
دعوت ندوہ 〃	۰۱ر	ٹر	نماز مترجم	۰ر	-ر
دعوۃ الحق 〃	ٹر	۰ر	تائید مسیح منظوم پنجابی	۲ر	۱ر
رازِ حقیقت 〃	۱ر	۰ر	مسلمانوں کا خدا اور اسکی عفو و دعا اردو	۲ر	۱ر
سیرۃ ابدال عربی	۰۱ر	ٹر	مجموعہ آمین منظوم اردو	ٹر	۰ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب اردو	۲ر	۱ر	پنج ارکان اسلام منظوم اردو	۱ر	۰ر
سناتن دھرم اردو	۰ر	-ر	تفسیر براہین اول یعنی تفسیر سورۃ فاتحہ منظوم پنجابی	۱ر	۰ر
ستارہ قیصرہ 〃	۰ر	-ر	〃 دوم یعنی تفسیر پہلا پارہ 〃	۳ر	۰۱ر
شہادۃ القرآن 〃	۴ر	۲ر	شرح ترمذی حصہ اول عربی	۸؍عہ	۱۲ر
صیان القرآن 〃	۳ر	۰۱ر	〃 〃 〃 ثانی 〃	۸؍عہ	۱۲ر
فضلِ حق	۱ر	۰ر	قاعدہ اردو عربی نواب صاحب	۱ر	۰ر
کشف الغطاء 〃	۲ر	۱ر	سلاسل القراۃ حصہ سوم عربی	۳ر	۰۱ر
لغات القرآن حصہ اول 〃	عہ ر	۸ر	〃 〃 چہارم 〃	۴ر	۲ر
〃 〃 دوم 〃	۸؍عہ	۱۲ر	سلاسل الفضائل 〃	۰۱ر	ٹر
لیکچر لاہور 〃	۰۱ر	۱ر	سلاسل التعلیم 〃	۲ر	۰۱ر
لیکچر سیالکوٹ 〃	۰۱ر	۱ر	مباحثہ رامپور اردو	۰۳ر	½ر
مواہب الرحمٰن عربی مترجم اردو	۴ر	۲ر	حیرت کی حیرانی حصہ اول 〃	۵ر	۰۲ر
نسیم دعوت اردو	۳ر	۰۱ر	〃 〃 دوم 〃	۴ر	۲ر
متن اربعین عربی	ٹر	-ر	باغ بہار یعنی فضائل حضرت عمرؓ منظوم پنجابی	۱ر	۰ر
حقیقت نماز اردو	۷ر	۳ر	احمدی کا من 〃	۱ر	۰ر
ردّ چکڑالوی 〃	۵ر	۳ر	ہدیہ ثاقب منظوم اردو	۲ر	۱ر
رسالہ اسلام انگریزی	۰۱ر	۱ر	جام شہادت 〃 〃	۰ر	-ر
رسول اللہؐ کے احکام کی تعمیل اردو	۳ر	۲ر	التبیان 〃	۲ر	۱ر
قصہ قارون ۱۶ صفحہ	۰ر	-ر			
ٹیچنگز آف اسلام مجلد انگریزی	۱۴ر	۸ر			

ڈاکٹر کی ہدایت

ہر ایک قسم کے بخار کیلیئے باٹلی والا کا بخار کا عرق اور گولیاں استعمال کرنی چاہیئے - قیمت عہ ر باٹلی والا کی مقوّی گولیاں ضعفِ دماغ - ضعفِ اعصاب - دق کے ابتدائی عوارض اور بدہضمی کیلیئے بہت مفید ہیں قیمت عہر باٹلی والا کا دانتوں کا منجن نہایت مفید قیمت ۴ر باٹلی والا کی مرہم - داد پھوڑے پھنسیوں کو ایک دن میں آرام ہوجاتا ہے قیمت ۴ر یہ تمام بڑے بڑے فروشوں سے یا براہِ راست ڈاکٹر ایچ - ایل باٹلی والا - جے پی دارلی بوٹیری - دادر بمبئی سے مل سکتی ہیں ؂

Reg. NO. L. 303
Digitized by Khilafat Library

فصلی بخار و طحال کی دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ دوا تیس برس سے سارے ہندوستان میں گھر گھر مشہور ہے۔ بچے سے ضعیف تک اس سے فایدہ سے آگاہ ہیں۔

یہ ملیریا کے کیڑوں کو ہلاک کرتی ہے۔

اسکے چار پانچ ہی خوراک سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے طحال کو فوراً گلا دیتی ہے۔ اور خون کو گاڑھا بنا کر قوتوں کو مضبوط کرتی ہے۔

قیمت شیشی کلاں ۱۲؍ شیشی خورد ۸؍
محصول ۶؍ ۵؍

داد کا مرہم ۱۶؍

اسکے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی ایک مرتبہ لگانے سے کھجلی اچھی ہو جاتی اور دو تین مراتب کے استعمال سے ایک دم آرام ہو جاتا ہے۔

اگر کسی دوا سے فائدہ نہیں ہوا ہو تو اسکی آزمایش کیجیے دیکھیے جناب مہاراجہ کمار صاحب۔ ریاست۔ شنکر پورہ ضلع بھاگلپور سے کیا لکھتے ہیں۔ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا۔ میں آپکا بتہ دل مشکور ہوں۔

قیمت فی ڈبیہ ۱۶؍ محصول ایک سے چھ ڈبیہ تک ۵؍

کف کھانسی کی دوا

برسات کے موسم میں ہر کسی کو تھوڑی بہت بارش رطوبت سے کھانسی ہو جایا کرتی ہے۔ اور دن رات کسی وقت چین لینے نہیں دیتی۔ کف نہیں نکلنے سے ایک قسم کی غر غراہٹ ہوا کرتی ہے اور کھانستے کھانستے جان ذیق میں آ جاتی ہے اسلئے کھانسی شروع ہوتے ہی فوراً اسکی تدبیر کرنی چاہیے جو بہت آسان ہے اور وہ یہ کہ ڈاکٹر ایس کے برمن کے کف کھانسی کے دوا کی ایک شیشی لیکر گھر میں ڈال رکھیے جو دو تین ہی خوراک میں آرام کر دیتی ہے۔

قیمت شیشی کلاں ۱۲؍ شیشی خورد ۸؍
محصول ۶؍ ۵؍

جملہ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب فرمایئے

ڈاکٹر۔ ایس۔ کے۔ برمن۔ نمبر ۵۰۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

مطبع میگزین قادیان میں محمد نصیب پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے چھپکر صدر انجمن احمدیہ قادیان پروپرائیٹر کے لیئے شائع ہوا